ہفت روزہ

لاہور

پاکستان

خدام الدین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وأحسن منك لم تر قط عيني

وأجمل منك لم تلد النساء

خلقت مبرأ من كل عيب

كأنك قد خلقت كما تشاء

سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

سیرت النبی نمبر





خدام الدین کا یہ شمارہ سیرت سید المرسلین کی ایک جھلک اور ہادیٔ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ایک ورق ہے۔ یہ اس قائد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار وعمل کی تصویر ہے جس نے دنیا میں اس وقت قدم رکھا جب ہر طرف تاریکی ہی تاریکی اور ظلمت ہی ظلمت تھی، جب شیطان نے ہر سو جہالت وضلالت اور گمراہی کے دام بچھا رکھے تھے۔ بادۂ غفلت سے سرشار انسانوں کے دل و روح و عمل زخمی ہو چکے تھے۔ تمرد و سرکشی اور بغاوت و استکبار نے اخلاق حسنہ کی جگہ لے رکھی تھی اور انسانیت کا دامن معصیت کے کانٹوں سے تار تار ہو چکا تھا۔

ایسے حالات میں جب محسن کائنات امام الانبیاء خاتم النبیین قائد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوتے تو انسانیت کی کھیتی سرسبز و شاداب ہو گئی۔

وہی انسان جو پکے مشرک تھے موحد بنے، جو رہزن تھے وہ رہنما بنے اور جو چور تھے وہ پاسبان بن گئے انہوں نے اس مطلوب حقیقی کو پا لیا جس کی اصل بھی صالح اور شاخیں بھی صالح تھیں، جس کے پھول خوشبودار بھی اور بے خار بھی تھے۔ جس کے پھل میٹھے بھی تھے اور جان بخش بھی تھے اور جس کی ہوا لطیف بھی تھی اور روح پرور بھی تھی۔

انہیں وہ امرت مل گیا تھا جس کے وہ مدت سے پیاسے تھے، ان کی تشنگی ختم ہو گئی، سکون قلب کا سرچشمہ حیات مل گیا۔ سیرت انسانی کی تکمیل ہو گئی اور فکر و نظر کو نقطۂ آغاز مل گیا۔ اسود و احمر کے جعلی امتیازات نیست و نابود ہو گئے۔ طبقاتی کشمکش کا نام و نشان نہ رہا۔ سنیاسیت اور رہبانیت دم توڑ گئی — یہودیت و نصرانیت اپاہج ہو گئی اور اس کی جگہ اخلاق و قانون کے مستحکم قواعد آ گئے۔ پھر یہ سلسلہ اس وقت تک قائم رہا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ افراد موجود رہے۔ اس کے بعد طاؤس و رباب کی جھنکار اور شراب و کباب کی بدمستیاں جاری ہو گئیں۔ اور اسلام کے نام لیواؤں نے عروج و اقبال کو ٹھکرا دیا۔ اور ناکامی و تنزل کو گلے لگایا۔ اور اب جو کچھ ہو رہا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ تاریخ کا بوڑھا ہاتھ اوراق پلٹ رہا ہے اور تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔ ماضی کے سامنے حال و مستقبل شرما رہے ہیں ابتدا وہ تھی انتہا یہ ہے۔ وہ محفل جو کبھی بادہ بجام نظر آتی تھی آج آتش بجام نظر آ رہی ہے۔

اس کے بعد۔ تساہل و تسامح کفر عظیم اور جمود پیغام تباہی ہے۔ یہودیت و مرزائیت اور سوشلزم و کمیونزم کا ایک ایسا سیلاب آنے والا ہے جس میں سے وہی لوگ سلامت گزر سکیں گے جو اپنی کشتی کا ناخدا قائد اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنائیں گے —

قائد اعظم ہر مسلماں کا فقط قرآن ہے
جس میں ہر تحریک کی بہبود کا سامان ہے
قوم کے اخلاق میں پاکیزگی پیدا کرو!
پاک بن جاؤ تو کُل ہند پاکستان ہے

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں



● عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ

۱۔ اُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ

۲۔ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ

۳۔ اُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ

۴۔ جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا وَّ طَهُوْرًا

۵۔ اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً

۶۔ خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ ——— (مسلم شریف)

● ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول ولا نبی بعدی

● عن ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سیکون فی امتی ثلثون کذابون

وفی البخاری دجالون کلھم

یزعم انہ نبی

وانا خاتم النبیین

لا نبی بعدی۔

——— (رواہ مسلم۔ ترمذی۔ بخاری)

● سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے تمام انبیاء پر چھ چیزوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔

۱۔ میں جامع کلمات دیا گیا ہوں۔

۲۔ رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔

۳۔ میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا۔

۴۔ میرے لیے تمام زمین مسجد اور پاکیزگی حاصل کرنیوالی بنا دی گئی

۵۔ میں تمام مخلوق کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

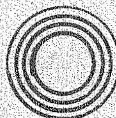
۶۔ مجھ پر انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

● رسالت اور نبوت ختم ہو چکی ہے۔ میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ کوئی نبی۔

● حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ـــ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

عنقریب میری امت میں تیس کذاب اور دجال پیدا ہوں گے۔

ان میں سے ہر ایک یہ دعوے کرے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں ۔ اور میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔



ارشاد نبوی

فتنوں کا دور

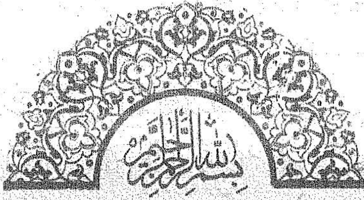
وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتخذ الفیئ دولاً والامانۃ مغنماً والزکوٰۃ مغرماً وتعلّم لغیر الدین واطاع الرجل امرأتہ وعقّ امّہ وادنیٰ صدیقہ واقصیٰ اباہ وظھرت الاصوات فی المساجد وساد القبیلۃ فاسقھم وکان زعیم القوم ارذلھم واکرم الرجل مخافۃ شرّہ وظھرت القینات والمعازف وشربت الخمور ولعن آخر ھذہ الامّۃ اوّلھا فارتقبوا عند ذالک ریحاً حمراء وزلزلۃً وخسفاً ومسخاً وقذفاً وآیاتٍ تتابع کنظام قطع سلکہ فتتابع۔

(رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مالِ غنیمت کو ذاتی مال بنا لیا جائے گا اور امانت کو غنیمت اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے گا اور علم غیر دین کے لئے حاصل کیا جائے گا، اور آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا۔ اور والدہ کی نافرمانی۔ اور دوست کو قریب کرے گا اور والد کو دور ہٹائے گا — اور مساجد میں آوازیں بلند ہوں گی، اور قبیلہ کا سردار ان کا فاسق ہوگا۔ اور قوم کا وڈیرا ان کا کمینہ اور گھٹیا آدمی ہوگا — اور آدمی کی عزت اس کی شر سے بچنے کے لئے کی جائے گی —

— گانے والیاں اور آلات لہو ولعب (باجے گاجے) بہت ہو جائیں گے — شرابیں پی جائیں گی — اس امت کے آخر میں آنیوالے پہلوں پر لعن طعن کریں گے۔ سو ایسے وقت تم سرخ ہوا کے چلنے۔ زلزلہ کے آنے زمین میں دھنسانے جانے شکلوں کے بگاڑے جانے اور آسمان سے پتھروں کے برسنے کا انتظار کرو (ان کے علاوہ) اور بہت سی مسلسل نشانیاں ایسے آئیں گی جیسے ہار کا دھاگا ٹوٹنے کے بعد موتی لگاتار گرتے ہیں

قائد اسلامی انقلاب حضرت مولانا مفتی محمود

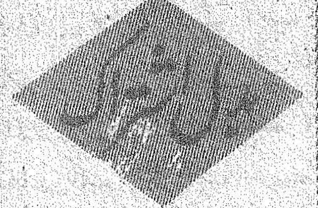


بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



۳۰ صفر ۱۳۹۵ھ
۱۴ مارچ ۱۹۷۵ء

شمارہ ۴۳



سالانہ ۲۶/- روپے
ششماہی ۱۴/- روپے
سہ ماہی ۷/- روپے
فی شمارہ ۵۰ پیسے

چیف ایڈیٹر
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور

عمل اور مسلسل عمل

ملک کے بگڑتے ہوئے حالات کا نقشہ ہر چھوٹے بڑے کی آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ بیرونی اور اندرونی طور پر جو خطرات منہ کھولے کھڑے ہیں دانستہ طور پر اندھاپن اختیار کر لینے والوں کے سوا سبھی انہیں محسوس کر رہے ہیں اور ان سب سے بڑھ کر جو چیز باعثِ تشویش ہے وہ مایوسی و قنوطیت کا ماحول جس کی وجہ سے مخلص کارکن تک جی ہار کر بیٹھ جایا کرتے ہیں۔

ایک لحاظ سے یہ ٹھیک بھی ہے کیونکہ جب مقتدر طاقتیں ہوا کے گھوڑے پر سوار ہوں، کسی شریف و باعزت انسان کی عزت و شرافت کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہ ہو سکورٹی فورس کے الھڑ جوانوں کی وساطت سے جہاں ہر "کارِ عظیم" روا ہو وہاں ایسے حالات پیدا ہو ہی جایا کرتے ہیں۔

لیکن نہیں، حالات کیسے ہی تند و تلخ کیوں نہ ہوں، آندھیاں کتنی ہی بے قابو ہو جائیں اور گردشِ دوراں کتنی ہی مخالفانہ روش اختیار کرلے ایک مخلص و صادق مسلمان محمدِ عربی سلام اللہ علیہ کا ایک سچا اُمتی گھبرایا نہیں کرتا بلکہ اس قسم کی پوزیشن اس کے لیے اور زیادہ مہمیز کا کام دیتی ہے کیونکہ وہ قرآنی تاریخ پہ طائرانہ نظر ڈالتا ہے۔

خدا کی طرف سے مبعوث ہونے والے اربابِ صدق و وفا کی زندگیوں کا گہرا مطالعہ کرتا ہے تو اسے یہی کچھ نظر آتا ہے کہ داعی الی الحق اپنی زندگی کی راحت و آسائش کو قربان کر کے پوری دلسوزی اور جذبہ خلوص کے ساتھ اللہ کی مخلوق کو خالق کی طرف بلاتا ہے لیکن جواب میں طعن و تشنیع کا ختم نہ ہونے والا ایک سلسلہ ہوتا ہے۔

پتھر برسائے جاتے ہیں، راستوں میں کانٹوں کی باڑھ اذیت کا سامان مہیا کرتی ہے۔ مہاجرت و ترکِ وطن کی منزل سے گزرنا پڑتا ہے حتیٰ کہ کبھی جانِ عزیز کی قربانی بھی دینی پڑتی ہے لیکن وہ سب کچھ

دیکھ کر سہہ کر اور سن کر بھی ہمت نہیں ہارتا بلکہ پہلے سے زیادہ جرأت و استقامت کے ساتھ اور پہلے سے زیادہ جوش و شدت کے ساتھ اپنا کام شروع کر دیتا ہے اور اس کی نظر میں محض یہی ہوتا ہے۔ ع

یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن بر آید

راہ حق کا یہ مسافر آگے چل کر جب خود پیغمبر ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کرتا ہے تو اسے ایک طرف دریائے رحمت پوری روانی و جوبن پر نظر آتا ہے تو دوسری طرف قساوت و ظلم کا ہر ہتھکنڈہ انسانیت و شرافت کا منہ چڑاتا محسوس ہوتا ہے۔ ایک طرف صادق القول اور امین کی حیثیت ہوتی ہے لیکن دوسری طرف وہی عناصر جو ان ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ خون کے پیاسے دروازے پر ننگی تلواریں لیے نظر آتے ہیں۔ اللہ کا وہ محبوب بندہ کبھی بدر میں اپنی جبینِ نیاز کو خالق بے نیاز کے حضور جھکا کر ناز و نیاز کی باتیں کرتا ہے تو کبھی اُحد میں پیشانی کے زخموں سے لے کر بے ہوشی تک کے مراحل کا خود اسے شکار ہونا پڑتا ہے لیکن یہ سب کچھ ہونے کے باوجود بھی وہ سراپا رحمت و شفقت نظر آتا ہے۔ اسے طائف میں اپنا زخمی وجود نظر نہیں آتا بلکہ رحمت پروردگار سے محروم افراد کی بدقسمتی پر رونا آتا ہے اور وہ اس وقت بھی پوری دلسوزی اور مخلوق خدا کی ہمدردی کے جذبات میں ڈوب کر خدا کو پکارتا ہے۔

اس صورت کو دیکھ کر اور اس کے بعد چودہ صدیوں کے اربابِ عزیمت کی کاوش و سعی کو دیکھ کر ایک داعیٔ حق ایک مسافرِ راہِ فطرت اور ایک مبلغ دین اسلام کو حوصلہ نصیب ہوتا ہے۔ اس کی ہمت بندھ جاتی ہے اور وہ راہ کی تاریکیوں کی پروا کئے بغیر سراپا حرکت و عمل بن جاتا ہے۔

تو عزیزانِ گرامی! ہر چند کہ استبداد صفت حکمرانوں نے زر و زور کے روایتی ہتھکنڈے اپنا کر اور اخلاق و انسانیت سوزی کی نئی مثالیں قائم کر کے جیتا دوبھر کر دیا ہے اور عمل و حرکت کی تمام راہیں مسدود کر دی ہیں۔ پھر بھی پیغمبر اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اور خادم ہونے کی حیثیت سے ہم سب کا فرض ہے کہ حوادث روزگار کی پروا کئے بغیر عمل اور مسلسل عمل کا انداز اختیار کریں۔

یاد رکھیں نیت صحیح کے ساتھ سچے مقصد کے لیے حرکت و عمل اور سعی و کاوش یہ انسان کا فرض ہے۔ نتائج خدائے بزرگ و توانا کے ذمہ ہیں لیکن اس میں جیسا کہ عرض کیا گیا نیت خالص ہونی ضروری ہے۔ مقصد کا تعین ازبس ضروری ہے اس کے بعد اُٹھنے والا ہر قدم نیکی میں شمار کیا جائے گا۔

آج جو حالات ہیں وہ ہم سے پہلے سے کہیں زیادہ محنت و سعی کے طالب ہیں۔ آج ضرورت ہے کہ نونہالانِ وطن قریہ قریہ بستی بستی اور گھر گھر جائیں اور ایک ایک فرد کو ملکی حالات سے آگاہ کریں۔ مستقبل کے خطرات بتلائیں اور ہر فرد کو اپنی ذمہ داری محسوس کرنے کی تلقین کریں۔

اگر ملک میں ہنگامی حالات ہیں ۱۴۴ کا اندھا دھند استعمال ہے، ذرائع ابلاغ سے آپ محروم ہیں تو یہ طریق ایسا ہے کہ اس میں کوئی رکاوٹ آپ کی راہ نہیں روک سکتی۔ اس لیے میں بالخصوص جمعیۃ علماء اسلام کے بہادر، مخلص اور باعزم ساتھیوں سے کہوں گا کہ اٹھو اور پھیل جاؤ ملک کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک ایک چپہ زمین بھی نہ رہنے پائے جہاں تم نہ پہنچو۔ ہر جگہ جاؤ، ہر کسی کے پاس جاؤ اور اس طرح اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے عزم و عمل کی نئی ریت قائم کرو۔

اس ماہ کے تیسرے عشرہ میں لاہور میں جو عظیم کانفرنس ہو رہی ہے اس کے لیے بھی آپ کو یہی طریق اختیار کرنا چاہیے اور گھر گھر جا کر لوگوں کو حوصلہ دلا کر تیار کرنا چاہیے کیونکہ یہ کانفرنس ممتاز اہمیت کی حامل ہوگی۔ اس کانفرنس کے ذریعہ ہم نے لادینی نظام حکومت کے جراثیم خبیثہ اپنے ذہن میں پرورش پانے والے نام نہاد ترقی پسندوں، نفاقیوں پر یہ واضح کرنا ہے کہ یہاں سوائے دین اسلام اور کوئی نظام ایک منٹ کے لیے بھی چل نہیں سکتا۔

ہم نے اپنا شہائے اقتدار میں بیٹھے ہوئے عواقب و نتائج سے بے بہرہ افراد کو جھنجھوڑتا ہے اور انہیں بتلاتا ہے کہ ظلم و استبداد اور دین سے بے رخی و غداری کا کیا نتیجہ نکلا کرتا ہے۔

اس کانفرنس کے ذریعہ ہم نے ان نام نہاد افراد کی ذہنی آوارگی کا بھی علاج کرنا ہے جو دینی نظام کی صبح و شام رٹ تو لگاتے ہیں لیکن ان کے ذہن میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی دینی تعبیرات و تشریحات کے علی الرغم دینی نظام کا کوئی دوسرا تصور موجود ہے۔

الغرض یہ کانفرنس ہماری تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کرے گی اس کے ذریعہ ہم اپنی دینی قوت کا مظاہرہ کریں گے۔ اس لیے ازبس ضروری ہے کہ محبانِ عزیز سستی و مایوسی کی چادر لپیٹ کر نئے ولولے نئے حوصلے اور نئے عزم کے ساتھ میدانِ عمل میں آجائیں۔ اور عمل و تحریک کی تاریخ میں ایک ایسے باب کا اضافہ کریں جس کی جگمگاہٹ ایوانہائے کفر و ضلالت کی طرف سے پھیلائی ہوئی تاریکیوں کو روشنی میں تبدیل کرے اور یہ ملک اسلامی عظمت کا گہوارہ بن جائے۔ اسی میں ملک کی بقا ہے سالمیت کا سوال بھی تبھی حل طلب ہوگا اور قوم مشکلات کے بھنور میں سے تب ہی نکلے گی۔

خدا ہمارا حامی و ناصر ہو۔

آزاد کشمیر میں اسلامی قانون کے نفاذ کا مسئلہ

اثر کاشمیری

آزاد کشمیر کے گذشتہ عام انتخابات میں آزاد کشمیر کے موجودہ صدر سردار عبدالقیوم خان نے کشمیر اور پاکستان بھر کے علماء کو یقین دلایا تھا کہ وہ مسند اقتدار پر جلوہ افروز ہوتے ہی اسلامی نظام جاری کر دیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے ان کا بھرپور تعاون کیا۔ خود راقم الحروف نے سردار صاحب کی انتخابی مہم میں ان کے ہمراہ ایک سو میل پہاڑی راستہ پیدل سفر کر کے ان کے لیے ووٹ حاصل کیے۔

صوبہ سرحد میں جمعیۃ علماء اسلام کی حکومت قائم ہوئی تو وہاں مرکزی حکومت کی پیشانی کے بل دیکھنے کے باوجود مولانا مفتی محمود نے اسلامی حدود و قصاص کے اجراء کا سلسلہ شروع کر کے اسلامی نظام کے نفاذ کا راستہ ہموار کیا۔ اس کے بعد آزاد کشمیر میں یہ کام اگر ممکن نہیں تو ناممکن بھی نہیں تھا۔ سردار قیوم صاحب کا شخصی کردار قابل تعریف ہونے میں کلام نہیں اور اس سلسلے میں ان کے چند اصلاحی اقدامات بھی قابل ستائش ہیں لیکن کرسی اقتدار کے حصول کے بعد علماء کے ساتھ ان کا ذاتی طرز عمل بوجوہ منصب و مقام کے اعتبار سے بہت ناخوشگوار ہے اور انہوں نے اپنے اردگرد جو کھیپ جمع کر رکھی ہے وہ تاش کے پتوں کی کی طرح وقتی شعبدہ بازی اور کرشمہ سازی دکھا سکتی ہے اور ان کا اسلام دوست ہونا خود ان کے نزدیک بھی محل نظر ہے۔ ہمارے نزدیک اس عنوان سے ان کا وجود چوب مسجد کی طرح نہ سوختنی ہے نہ فروختنی۔ افسوس کہ سردار صاحب نے گذشتہ انتخابات کے بعد علماء سے طوطا چشمی فرما کر جن لادینی بیساکھیوں کا سہارا لیا وہ بالآخر پیپلز پارٹی کے قصر آمریت کا ستون بن گئیں۔

انتخابات میں ان کے ۱۰ ممبر کامیاب ہوئے تھے لیکن اب صرف ۶ باقی رہ گئے ہیں جن کے دل و دماغ ان کے دینی مزاج کے خلاف ہیں اور آئندہ انتخابات میں دھاندلی کے ذریعہ پاکستان کے مغضوط مرکز خان عبدالقیوم خان اپنے بھائی عبدالحمید خان کو صدر بنا رہے ہیں۔ سردار صاحب سے ہماری یہی گزارش ہے کہ وہ اسلام، آزادی کشمیر اور اپنے سیاسی مستقبل کو تباہی سے بچانے کے لیے علماء کی طرف رجوع فرمائیں۔

مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

مجلس احرار کے بزرگ رہنما مولانا عبیداللہ احرار انتقال فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا احرار اسلام

(باقی ص پر)



انسانی اعمال کا ردِّ عمل

ظہور پذیر ہو کر رہتا ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا :۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۔

عزیز ساتھیو! انسانی صلاح و فلاح اور بگاڑ و فساد کا سارا دار و مدار قلب انسانی پر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد میں فرمایا ہے کہ "جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جو صحیح ہو تو سارا جسم صحیح ہے بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جائے گا خبردار وہ دل ہے"۔

حقیقت ہے کہ دل تمام اعضاء میں شہنشاہ کی حیثیت رکھتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب شہنشاہ بگڑتا ہے تو ساری رعایا فساد کا شکار ہو جاتی ہے۔

اہل اللہ نے دل کی اصلاح کے لیے پیغمبرانہ ہدایات کی روشنی میں ذکر و اذکار اور بیعت وغیرہ کے طریق اپنائے ہیں جن کا سلسلہ اسلامی تعلیمات کے دوسرے شعبوں کی طرح صحابہ کرامؓ کے واسطہ سے ہادی برحق نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہے۔

ہر انسان اپنے جسم کی فلاح اور بہبود کے لیے لاکھوں جتن کرتا ہے۔ اسی طرح اپنے قلب و روح کا بھی اسے اہتمام کرنا چاہیے۔ اور جب اس طرف سے توجہ ہٹ جاتی ہے تو پھر انسان خرابیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ بیسیوں قسم کے گناہ اس کی عادت و سرشت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ یہ گناہ ابتدا میں انفرادی ہوتے ہیں اس کے بعد اجتماعی رنگ غالب آجاتا ہے۔ حتیٰ کہ ہر سُو فتنہ و فساد کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔

اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا جو ابھی تلاوت کی اور ساتھ واضح کر دیا کہ یہ تمہارے اعمال کا ردِ عمل ہے۔ کیونکہ اعمال کا ردِ عمل ایک ناگزیر حقیقت ہے جو اپنے پورے نتائج کے ساتھ تو روزِ محشر ظہور پذیر ہوگی لیکن مشتے نمونہ از خروارے یہاں بھی ایک نہ ایک جھلک نظر آجایا کرتی ہے

اس صورتِ حال سے محفوظ رہنے کے لیے از بس ضروری ہے کہ انسان توبہ و انابت کا طریق اختیار کرے کیونکہ یہی طریق رحمان و کریم کا ارشاد فرمودہ ہے اور اس طریق سے وہ راضی بھی ہوتے ہیں بلکہ حسب ارشاد نبی کریم علیہ السلام توبہ و انابت سے کام لینے والا فرد اللہ کے نزدیک ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ کسی نے گناہ کیا ہی نہیں۔

آج عقائد و اعمال، اخلاق کردار اور انفرادی و اجتماعی زندگی کے جس خطرناک بحران کا ہم شکار ہیں اس سے نجات صرف ایک ہی طریق سے ممکن ہے یعنی یہ کہ حضرت حق سے صحیح وابستگی اختیار کر لی جائے۔

اس کا طریقہ ماضی کے اعمال پر ندامت اور مستقبل میں صحیح اعمال کا اختیار کرنا ہے ورنہ محض توبہ توبہ کی رٹ سے بات نہیں بنتی بلکہ اس طریق سے خدا کا غصہ اور تیز ہوتا ہے۔

ماضی پہ ندامت اور مستقبل میں صحیح روش کا معنی ہے احکاماتِ ربانی پر عمل۔ جس کے ذریعہ حالات میں انقلاب آسکتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب نبی اُمّی علیہ السلام سے فساد سے بچاؤ کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے یہی فرمایا کہ جو ذرائع

(باقی صفحہ ۱۴)

خطبہ جمعہ

کشمیر سمیت تمام مسائل کا حل اسلام میں ہے

۲۰ فروری ۸۵ء

ترتیب
محمد سعید الرحمٰن علوی

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ

جَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ

حضرات گرامی!

خداوند قدوس نے اس دھرتی کو بنانے کے بعد انسانوں کی ہدایت کے لیے انبیائے علیہم السلام کا سلسلہ شروع کیا۔ چنانچہ ہر دور میں یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے احکام لے کر آتے رہے اور بنی نوعِ انسان کو پہنچاتے رہے۔

اس سلسلہ کی آخری کڑی ہمارے پیغمبر برحق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ احکامات صحابہ کرام سلام اللہ علیہم و رضوانہ تک پہنچائے۔ انھوں نے دنیا میں پھیل کر سارا دین دنیا میں پھیلایا اور اگلی نسل یعنی تابعین کو یہ امانت سونپ دی۔ انھوں نے اپنی حیاتِ مستعار میں یہ مقدس امانت تبع تابعین کو سونپ دی۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ اسی طرح اب تک چلا آرہا ہے۔

لیکن یہ آخری ضابطہ حیات اور دستور العمل محض اس لیے نہ تھا کہ اس سے برکت حاصل کی جائے یا چند دوسرے مقاصد کے لیے استعمال کر لیا جائے۔ اگرچہ یہ ہدایت نامہ باعثِ برکت بھی ہے لیکن اصل مقصد اس کی روشنی میں عمل و کردار کی تعمیر تھی۔

چنانچہ جب تک یہ پوزیشن رہی مسلمان دنیا میں باعزت طریق سے زندگی گذارتا رہا۔ دنیا اس کی عظمت کی معترف تھی۔ بحر و بر اس کے حکم کے آگے سرنگوں اور ہر چیز اس کی اطاعت و فرماں برداری میں اپنی سعادت سمجھتی تھی۔

واقعہ بھی تھا کہ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا ۖ کے مصداق یہ کارخانہ قدرت تھا بھی اسی کے لیے اور یہ جب تک اپنے مالک کا فرماں بردار رہا ہر چیز اس کی فرماں بردار رہی۔

مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ ط

لیکن جب معاملہ اس کے برعکس ہوا تو ادبار و بدبختی اس کا مقدر بن گئی اور یہی صورت اس وقت ہم پر مسلط ہے۔

برصغیر کی بات ہی لیجیے یہاں چھوٹی چھوٹی راجدھانیاں تھیں۔ آپس کے تفرقے، لڑائیاں اور فساد کسی کو چین سے نہ بیٹھنے دیتے تھے۔ صحابہؓ کے دورِ مقدس میں ہی ابتداءِ اسلام کی حیات بخش کرنیں یہاں تک پہنچ چکی تھیں۔ البتہ فتوحات کا باقاعدہ و منظم سلسلہ محمد بن قاسم علیہ الرحمۃ جیسے غیور اور بہادر جرنیل کے دور سے شروع ہوا۔ اس نے اسلامی اخلاق محبت، مودت، عدل و انصاف اور مساوات و فراخدلی کے سنہری اصولوں کے ذریعے بکھری ہوئی دنیا کو ایک لڑی میں پرو دیا اور ہندوستان جنت نظیر بن گیا۔

یہ وہ حقیقت ہے جس کا اپنے چھوڑ بیگانے بھی اعتراف کرتے ہیں مشہور ہندو مصنف ڈاکٹر تاراچند اسلامی دور کے چین و امن، راحت و سکون، عدل پروری اور کرم گستری کا فراخ دلی سے اعتراف کرتا ہے اور کرنا بھی چاہیے۔ یہ مسلمان ہی تھے جنھوں نے "ستی" جیسی ظالمانہ روش کو پیار و محبت سے ختم کرایا۔ چونکہ یہ چیز ہندو مذہب کا جزو تھی اس لیے جبر و اکراہ بھی مشکل تھا، لیکن مسلمانوں نے روایتی رواداری حسن سلوک اور پریم بھرے انداز سے اس لعنت سے اس معاشرہ کو نجات دلائی۔

لیکن جب مسلمان کی ہی زندگی میں انقلاب آگیا اور وہ اپنی روایات، اپنی تہذیب و تمدن سے برگشتہ ہوگیا اور احکام الٰہی سے

منہ موڑ بیٹھا تو پھر خدا نے اپنی رحمت کا ہاتھ اٹھا لیا اور ہماری آزادی چھن گئی۔ غلامی کی ذلت آمیز زندگی کا شکار ہو کر رہ گئے دشمن نے آتے ہی ہماری روایات، تہذیب و تمدن اور تاریخ کو مسخ کرنا شروع کر دیا اور ہماری وہ مکروہ شکل بنائی کہ الاماں۔ لیکن یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ ہم بگڑ گئے۔ ہماری سوختہ سامانی ہمارے ہی اعمالِ بد کا نتیجہ تھی۔

دشمن نے جو انتہائی فریبی و مکار تھا اور ساتھ ہی کمینہ صفت بھی، اس نے طویل عرصہ تک یہاں اپنا تسلط جمائے رکھا اور جب جانے لگا تو ہمارا جغرافیہ تباہ کر ڈالا۔

یہی پالیسی اس نے مشرق وسطیٰ میں اپنائی تھی، یہی یہاں اپنائی۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہوا کہ بھائی بھائی کا دشمن بن گیا اور ایسی مکروہ صورت پیدا ہو گئی کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ پوزیشن رہے کہ جو کمایا اس سے اسلحہ خرید کر آپس میں الجھ گئے، اور جب وہ اسلحہ ختم ہو گیا تو وہی مکار دشمن آگے بڑھے صلح کا ڈول ڈالے۔ ظاہر ہے کہ اب تک اس کے بغیر اور کچھ نہیں ہوا۔ اسی وجہ سے غربت و افلاس نے ڈیرا جما لیا، فلاحی منصوبے تباہ ہو کر رہ گئے۔ اس لیے کہ ساری دولت بارود پر خرچ ہو رہی ہے۔ کشمیر کا مسئلہ جس کے لیے آج ہڑتال ہے یہ بھی اسی ظالم و مکار دشمن کا پیدا کردہ ہے اس نے واضح اصولوں کے علی الرغم اس ریاست کو ایسی حیثیت دی کہ خواہی نخواہی مسئلہ بن جائے۔ چنانچہ ۲۷ برس ہو گئے بارہا مرتبہ یہ مسئلہ اقوام متحدہ میں اٹھا لیکن نام نہاد مہذب دنیا کا ضمیر بیدار نہ ہوا، اور کشمیری عوام اسی طرح پریشانیوں کا شکار رہے اور ہیں۔ ہندوستان کی حکومت نے وعدوں کو پس پشت ڈالا اور استصواب کا مسلمہ اصول ٹھکرا کر رکھ دیا۔ جس کے نتیجہ میں آج یہ صورتِ حال پیدا ہو چکی ہے۔

اسی روش پر صدائے احتجاج بلند کرنے کے لیے ہڑتال ہوتی ہے اور ملک کے ہر مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے افراد اور جماعتوں نے اس مسئلہ کی قومی حیثیت کے پیش نظر بھرپور تعاون کیا ہے لیکن اتنی بات تو تسلیم کر لینی چاہیئے کہ یہ بعد از مرگ واویلا والی بات ہے۔ اگر یہی صورت کچھ دن پہلے ہوتی، تو شاید بہتر نتائج پیدا ہوتے۔

اس کے علاوہ ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔ احتجاج کے یہ طور طریق کوئی بہتر نتیجہ پیدا نہیں کر سکیں گے۔ بلکہ اس کے لیے ہمیں پہلے صحیح مسلمان بننا ہو گا۔ اس لیے کہ ایک صحیح مسلمان ہی امداد و اعانت الٰہی کا مستحق ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہمیں اپنی دینی ذمہ داریاں پوری کرنا ہوں گی۔ جو آیت تلاوت کی گئی وہ اس موڑ پر ہماری ذمہ داریوں کی نشاندھی کرتی ہے۔ جہاد کے مختلف مراتب ہیں۔ جہد و سعی ہر رنگ میں ہو سکتی ہے۔ مال و نفس کے ساتھ اگر جہاد ہوتا ہے تو اس کا ایک طریق وہ بھی ہے، جسکا ذکر سورۃ فرقان میں ہے:۔ لَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ○

”کہ کافروں کی پیروی نہ کر اور اس قرآن کے ذریعہ ان سے جہاد کر۔ اس جہاد کو خدا نے بڑا جہاد کہا ہے“!

لیکن اس جہاد کے لیے خود تیاری کرنا ہو گی۔ ہم اپنے جھگڑوں کو پہلے خود ختم کریں اور ختم اس ذریعہ سے کریں جو خدا کا ارشاد فرمودہ ہے:

فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ

آخر یہ کیا ظلم ہے کہ جھگڑا پاک افغان ہو، جھگڑا عراق و ایران ہو۔ اور مصالحت کرانے والے کافر اور دین کے دشمن! ہم اپنے جھگڑے خود ختم کریں۔ اقوام متحدہ کی طرح اپنی دولتِ مشترکہ بنائیں، ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوں اور دوسروں کے بجائے اپنوں پر اور اپنوں پر اعتماد کریں۔

اس کے ساتھ أَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ ۔ کے مطابق ہر طرح کی اپنی مل کر تیاری کریں اور اس طرح دشمن سے نمٹیں۔ اگر ہم یہ خدائی ٹائم ٹیبل اپنا لیں تو فضا بدر پیدا ہونا کچھ مشکل نہیں۔

ہم آج کی ہڑتال سے کشمیر کے ستم رسیدہ بھائیوں کے ساتھ ہمدردی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ وہاں ایمان و عمل کی اجڑی بستی آباد کر کے کفر پر کاری ضرب لگانا بھی ضروری ہے۔

خدا ہمارا حامی و ناصر ہو۔

بقیہ: شذرہ

کے چوٹی کے رہنما تھے اب مجلس احرار یتیم ہو کر رہ گئی ہے مولانا مرحوم حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رح کے رفیق کار تھے۔ ان کی موت سے زمین افسردہ اور آسمان ماتم کناں ہے۔ اللہ تعالٰے مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

ہادیٔ انسانیت کی عدیم النظیر قربانیاں

علامہ محمد یوسف جبریل

اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر جن لوگوں نے قربانیاں دیں، ان میں انبیاء علیہم السلام کی قربانیاں اسی نسبت سے دل گداز تر ہیں۔ قلم کی طاقت کہ ان زہرہ گداز آلام و مصائب کا احاطہ کر سکے جو انسانیت کے آخری ہادی کو اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے کی پاداش میں آئے۔

آپؐ کعبۃ اللہ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہیں۔ اوائلِ رسالت کے ایام ہیں۔ کفر کی آندھیاں چراغِ اسلام کو بجھانے کے لیے کوشاں ہیں۔ یہ وہ دور ہے کہ آپؐ پر ہر طرف سے دکھوں اور مصیبتوں کی گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ آپؐ عالمِ تنہائی میں اپنے آپ سے باتیں کر رہے ہیں۔ ایک آدمی کا گذر وہاں سے ہوتا ہے۔ وہ آپؐ کے پاس آ کر رک جاتا ہے اور پوچھتا ہے کہ اے محمدؐ! آپ کس سے باتیں کر رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا! میں اپنے اللہ سے شکوہ کر رہا ہوں، آج کئی روز سے فاقے سے ہوں۔ وہ شخص یہ سن کر اپنے گھر کی طرف لوٹا اور جلد ہی چند دانے کھجور کے لیے ہوئے حاضر ہوا، اور عرض کیا، آپؐ یہ تناول فرمالیں۔ آپؐ نے کھجوریں اپنے دستِ مبارک میں لیں اور فرمایا۔ اے شخص! کیا تم مجھ سے محبت کرتے ہو اور جب اس شخص نے کہا کہ ہاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپؐ سے محبت کرتا ہوں۔ تو آپؐ نے فرمایا، تو پھر تیار ہو، جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے اس پر مصیبتیں اس طرح آتی ہیں جس طرح ندی پہاڑ سے گرتی ہے۔

ہاشم کا وہ گھرانہ جس کی سارے عرب میں دھوم تھی، آج اس سے قطع تعلق ہو رہا ہے۔ منادی کرنے والے کی آواز گونجتی ہے۔ مکے کا کوئی آدمی بھی بنو ہاشم سے کلام نہ کرے، سلام کا جواب نہ دے، انہیں کنوئیں سے پانی نہ بھرنے دے، نہ کوئی ان سے کاروبار کرے، نہ کوئی ان کو رشتہ دے، نہ لے اور بنو ہاشم آج سے اپنے شہر میں پردیسی ہو چکے ہیں۔ انہوں نے شعب ابی طالب کی گھاٹی میں پناہ لی ہے۔ بچے بھوک اور پیاس سے بلک رہے ہیں۔ ان کو شدتِ اضطراب سے ان بچوں کی چیخیں مکہ کے شہر میں سنائی دیتی ہیں۔ کوئی آدمی اگر ترس کھا کر کچھ روٹی ان محصور لوگوں کی طرف لے جانا چاہتا ہے تو راستوں میں بیٹھے ہوئے پہرہ داران سے چھین کر خود کھا جاتے ہیں۔ آمنہ کا لال ان محصوروں میں تھا اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اس دین کی پاداش میں ہو رہا تھا جس کی پکار ہادیٔ انسانیتؐ نے اٹھائی تھی۔ اُمّ المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشفق رفیقۂ حیات شعب ابی طالب کے صبر آزما مصائب سہتے سہتے بالآخر اس دارالمحن کو خیرباد کہہ کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت ابوطالب بھی آپؐ کو تنہا چھوڑ کر راہیٔ ملکِ عدم ہوئے۔ متلفقینِ رسولؐ میں جو مقام ان ہستیوں کو تھا۔ اس کے پیشِ نظر ان دو دوستوں کا حالات کے اس زہرہ گداز موقع پر داغِ مفارقت دے جانا ایک ایسا المیہ ہے جس کی تسکین نہ آہ و فغاں سے ہو سکتی ہے، نہ شکوہ و شکایت سے۔ مگر ایسے ایسے زخم کھا کر اور ایسے ایسے دوستوں کی جدائی برداشت کر کے بھی، جس نبی کے پایۂ ثبات میں لغزش نہ ہو۔ اس کی ثنا کے لیے لفظ کہاں سے لائیں اور اس کے بے پناہ دکھوں کا بیان کیوں کر ہو جب کہ سید الانبیاء اور صاحبِ معراج اور خلقِ عظیم ہونے کے باوجود "فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل"، کی تلقین خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

عبدالمطلب کا پوتا اور آمنہ کا لال مکے والوں کی سنگ دلیوں سے ناامید ہو کر طائف میں تشریف لے جاتا ہے۔ دیکھو لوگو! یہ کیا منظر ہے؟ اللہ کا پیغام پہنچانے اور دنیا و آخرت کا وعدہ دینے کی پاداش میں طائف کے اوباش لوگوں نے یہ قطاریں باندھ رکھی ہیں۔ آپؐ بیچ میں سے گذر رہے ہیں۔ آپؐ پر پتھر برس رہے ہیں۔ جسدِ اطہر کا خون نعلین تک پہنچ کر جم گیا ہے، آپؐ نڈھال ہو کر بیٹھ جاتے ہیں تو اوباش آپؐ کو بازوؤں سے پکڑ کر اٹھا دیتے ہیں۔ آپؐ چلنے لگتے ہیں تو پھر آپؐ پر پتھروں کی بارش شروع ہو جاتی ہے۔ جہاں عمر بھر آپؐ پر مصیبتوں کے آسمان ٹوٹتے رہے، وہاں آپؐ کے فرمان کے مطابق آپؐ پر سب سے سخت روز یہی طائف کا روز تھا۔ آپؐ طائف کے ایک مقام نخلہ پر پہنچے تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے جو دعا کی، اسے سن کر پتھر کا دل بھی پسیج جاتا ہے۔ اپنے اللہ سے عرض کیا۔ الٰہی تیری زمین مجھ پر تنگ ہو گئی ہے۔ اب تو ہی بتا، میں بے یار و مددگار کہاں جاؤں؟ کیونکہ اس وقت کے رواج کے مطابق آپ مکہ سے ایک بار نکل چکے [illegible] اس وقت تک داخل نہ ہو سکتے تھے جب

تک کہ مکہ کا کوئی آدمی آپ کی ضمانت نہ دے۔ تاہم آپؐ واپس مکہ میں تشریف فرما ہوئے اور مکہ کے ایک شخص نے آپؐ کی ضمانت اٹھائی، اس کے بعد آپؐ کو معراج کا شرف حاصل ہوا۔ سبحان اللہ کہاں وہ مکہ میں آپؐ کی بے بسی کا دل گداز منظر اور کہاں شبِ معراج کی ہمہ گیر عظمت ——

اللہ کے دین کی خاطر آپؐ نے گھربار، خویش واقارب، غرضیکہ سب کچھ چھوڑا۔ ہجرت کے وقت آپؐ مکہ سے باہر نکلے تو آپؐ نے مکہ کو خطاب کر کے فرمایا! "اے میرے عزیز وطن میں تجھ کو چھوڑنا نہ چاہتا تھا، مگر مجھے تجھ سے چھڑا دیا گیا:" ہجرت کی داستان بذاتِ خود ایک غم انگیز داستان ہے غارِ ثور میں آپؐ کا قیام پر از خطر، صحرائے عرب کا طویل سفر جب کہ مکہ کی سرزمین کا ہر شقی القلب دشمن آپؐ کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ رنج و صعوبت کی منزلوں میں تحلیل ہوا، تو کفارِ مکہ نے آپؐ کو مدینہ منورہ میں بھی سکون سے فریضہ تبلیغ کی ادائیگی کا موقع ملنے نہ دیا اور آپؐ اس وقت تک فکر و تردد سے آزاد نہ ہوئے جب تک کہ مشیتِ ایزدی نے کفارِ مکہ کی کمر نہ توڑ ڈالی۔

دنیا دار لوگ اس دنیا میں اسس امید پر محنت کرتے ہیں کہ بالآخر اطمینان و سکون اور عیش و عشرت سے رہ سکیں، مگر نبیؐ کی حالت میں طویل جد و جہد کے بعد طویل و عریض سلطنت کے حصول کے بعد کوئی تبدیلی نہ آئی۔ عرب کے یہ تاجدار زمین پر بچھی ہوئی ایک چٹائی پر استراحت فرما ہیں ایک طرف کونے میں ایک برتن میں تھوڑے سے جَو رکھے ہیں۔ آپؐ کے جسدِ اطہر میں چٹائی کے نشان ثبت ہو چکے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر ہوتے ہیں۔ آپؐ کی یہ حالت دیکھ کر ان پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔ آپؐ ان سے رونے کا سبب پوچھتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قیصر و کسریٰ تو عیش و عشرت اور ناز و نعم میں رہیں اور آپؐ کی زندگی اس تنگی میں بسر ہو۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا، اے عمرؓ! کیا یہ بہتر نہیں کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہو۔

جب آخری وقت میں آپؐ پر حالتِ نزع طاری تھی، گرمی کی حدت کو توڑنے کے لیے آپؐ اپنے پاس رکھے ہوئے ایک پیالے میں اپنا دستِ مبارک ڈبو ڈبو کر اپنی پیشانی پر ملتے تھے۔ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ جو پاس تشریف فرما تھیں۔ یہ حالت دیکھ کر بے قرار ہو گئیں تو آپؐ نے فرمایا، فاطمہ! آج کے بعد تمہارے اَبا کو کوئی تکلیف نہ ستا سکے گی۔ آپؐ ۲۳ سالہ نبوت کی پراندوہ زندگی گذار کر اپنے رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے۔ ان ۲۳ سالوں کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں ملتا جو غم و اندوہ میں ڈوبا ہوا نہ ہو۔ آپؐ کی زندگی ایثار اور قربانی کی زندگی تھی۔ آپؐ نے اپنا سب کچھ بنی نوعِ انسانی کی خاطر قربان کر دیا۔ آپؐ پر درود و سلام ہو، آپؐ کی قربانیوں نے دنیا کے طول و عرض کو ابدی نور سے منور کر دیا۔

بقیہ: مجلسِ ذکر

پہلے دَور میں صلاح و فلاح کا باعث بنے انہی کے ذریعہ بعد میں بھی صلاح و فلاح نصیب ہو گی۔

اور ظاہر ہے کہ شروع کے دور بہترین ہیں، دینی و دنیوی ترقیوں کا اصل راز اطاعتِ ربانی تھی ہی۔ جس کو اب بھی اپنا کر ہم دنیا میں سربلند و بامراد ہو سکتے ہیں۔

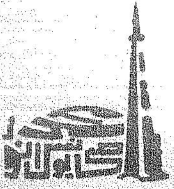
آج اجتماعی مفاسد نے ہماری قومی زندگی مضمحل کر دی ہے۔ خود یہ ملک جو ایک وعدہ پر معرضِ وجود میں آیا تھا اب تک ہوا و ہوس پرستی کا شکار ہے۔ خدا و مخلوقِ خدا سے کیے گئے وعدے شرمندۂ تعبیر نہیں ہوئے۔ اس کے برعکس یہاں اسلام جیسا بلیغ ہے۔ جرائم و مفاسد کا دَور دورہ ہے۔ مہنگائی، ظلم، جنسی انارکی اور بے راہ روی معاشرہ میں عام ہے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد سے اعراض و روگردانی ہے۔ ایک زکوٰۃ کی ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے پوری دنیا کمیونزم کے خطرات میں گھر چکی ہے۔ ایسے میں اپنا محاسبہ از بس ضروری ہے اور صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو غنیمت ہے۔

یاد رکھیے! دوسروں کی طرف دھیان کیے بغیر اگر کچھ افراد ہمت کر کے اُٹھ کھڑے ہوں تو وہی قوم کے مقدر کا ستارہ بن سکتے ہیں۔ یہ چند افراد جو اصلاح کا جذبہ صادقہ لے کر اٹھیں گے تو یقیناً ابر و آندھی کی طرح چھا جائیں گے اور خدا کی زمین ایک بار پھر انسانی اعمال کی برکت سے بقعہ نور بن جائے گی۔

خداوند قدوس ہمیں اصلاحِ احوال کی توفیق بخشے۔

حیاتِ نبویؐ
ماہ و سال کے آئینے میں



خطیب مسجد شہداء شاہراہ قائد اعظم لاہور

ولادت: ۹ ربیع الاول دوشنبہ ۵۳ھ قبل از ہجرت عام الفیل۔ ۲۰ اپریل ۵۷۱ء بمطابق یکم جیٹھ ۶۲۸ بکرمی شمسی۔ صبح صادق کے بعد ہوئی۔

سن عیسوی	سن قبل از ہجرت	واقعات	عمر شریف
۵۷۱ء	۵۳ھ	ساتویں دن عقیقہ ہوا نام رکھا گیا۔ اول والدہ کا اور تین دن بعد ابولہب کی کنیز ثویبہ کا دودھ پیا۔	
		حلیمہ سعدیہ کی رضاعت میں	۱
		مکہ سے باہر قبیلہ سعد میں قیام	۲
		شق صدر	۳
۵۷۵ء	۴۹ھ	مدتِ رضاعت ختم۔ مکہ واپسی اور پھر لے جانا۔	
۵۷۶ء	۴۶ھ	آخری بار مکہ واپسی	۴-۵
		والدہ کے ہمراہ ننھیالی قبیلہ بنو نجار روانگی۔ مدینہ میں ایک قیام کے بعد واپسی پر مقام ابواؑ میں والدہ کا انتقال۔	۶
۵۷۷ء	—	ام ایمن کنیز کے ساتھ مکہ واپسی	
۵۷۷ء	۴۵ھ	دادا کی کفالت میں	۷
۵۷۸ء	۴۴ھ	دادا کا انتقال	۷
۵۷۹ء تا ۵۸۲ء	۴۱-۴۳ھ	ابوطالب کی کفالت بکریاں چرانا	۹-۱۱
۵۸۲ء	۴۰ھ	ابوطالب کے ہمراہ شام کا سفر بحیرہ راہب سے ملاقات	۱۲
۵۸۳ء	۳۹ھ	حرب فجار میں شریک ہوئے لیکن لڑائی سے باز رہے۔	۱۳
		حلف الفضول میں شرکت	
۵۸۴ء تا ۵۹۴ء	۳۸ھ تا ۲۸ھ	مستقل تجارت کا آغاز۔ خدیجہؓ کے مال کی مشارکت سے مفید تجارت	۱۴-۲۴

سن عیسوی	سن قبل از ہجرت	واقعات	عمر مبارک
		اس کے لیے کئی سفر	
۵۹۵ء	۲۷ھ	حضرت خدیجہؓ سے نکاح	۲۵
		خدمتِ خلق اور صادق الامینؑ کے لقب سے عام شہرت۔	
۶۰۵ء	۱۷ھ	تعمیر کعبہ اور آپ کی تحکیم سے ازالۂ فساد	۳۵
۶۱۰ء	۱۶ھ تا ۱۳ھ	رسوم جاہلیت سے نفرت اور خلوت پسندی	۳۶ تا ۳۹
۲ فروری ۶۱۰ء	۱ نبوی	۱۷ رمضان المبارک ۱۳ھ قبل از ہجرت ۲ فروری ۶۱۰ء کو غار حرا میں پہلی وحی آئی۔ حضرت خدیجہؓ نے تصدیق کی۔ ورقہ نے گواہی دی۔ احباب کو خفیہ دعوتِ اسلام	۴۰
۶۱۱ء تا ۶۱۵ء	۲ نبوی	خاندان کو کھانے پر بلا کر باقاعدہ دعوت۔ خدیجہؓ، ابوبکرؓ، علیؓ، زیدؓ سب سے اول ایمان۔ کوہ صفا پر چڑھ کر عام دعوت۔ کفار مکہ کی مخالفت۔ غریب مسلمانوں پر مظالم	۴۱ تا ۴۴
۶۱۵ء تا ۶۱۶ء	۵ نبوی	مظلوم مسلمانوں کی حبشہ کو پہلی ہجرت۔ معجزۂ شق القمر۔	۴۵
۶۱۶ء تا ۶۱۷ء	۶ نبوی	حضرت حمزہؓ کا قبول اسلام۔ حضرت عمرؓ کا اسلام	۴۶
۶۱۷ء تا ۶۱۸ء	۸ نبوی	ہجرت ثانیہ بجانب حبشہ	۴۷
۶۱۸ء تا ۶۲۰ء	۹، ۱۰	کتابت صحیفہ ظالمہ و شعب ابی طالب میں بمع خاندان اسارت	۴۸ تا ۴۹
۶۲۰ء	۱۰	شعب ابی طالب سے رہائی	۵۰

سن عیسوی	سال نبوت	واقعات	عمر مبارک
	رمضان ۱۰ نبوی	ابوطالب و خدیجہؓ کا انتقال	
	شوال ۱۰ نبوی	طائف کا تبلیغی سفر	
		طفیل دوسی کا اسلام	
	رجب ۱۱ نبوی	واقعہ معراج	
سنہ ۶۲۱ء تا سنہ ۶۲۲ء		موسم حج میں دعوت اسلام	
	۱۱ نبوی	مدینہ منورہ میں اسلام کی ابتداء	۵۱
	۱۲ نبوی	انصار کی پہلی بیعت	
		۱۲ افراد کا قبول اسلام	
	۱۳ نبوی	انصار کی دوسری بیعت	
		۷۵ افراد کا اسلام	۵۲
		۱۲ نقباء کی تبلیغ کو روانگی	
	آغاز سن ہجری	ابوبکرؓ کے ہمراہ مدینہ کو ہجرت	
	۱ ربیع الاول	اسلامی تاریخ کی ابتداء	
سنہ ۶۲۲ء	سنہ ۱ھ	قبا میں قیام، مسجد قبا کی تعمیر	۵۳
سنہ ۶۲۳ء	۸ ربیع الاول	ورود مدینہ منورہ	۵۳
	دوشنبہ	پہلا خطبہ۔ علماء یہود کی حاضری	
		عبداللہ بن سلامؓ کا اسلام	
		مسجد نبوی کی تعمیر، ازواج کے لیے حجروں کی تعمیر۔	
۶۲۳ء	سنہ ۱ھ	اذان کی ابتداء	۵۳
		(خطبۃ التقویٰ) پہلا خطبہ	
		علماء یہود کی خدمت اقدس میں حاضری	
		مواخات مہاجرین و انصار	
		یہود مدینہ سے معاہدۂ امن	
		پہلے مسلمان بچہ عبداللہ بن زبیر کی ولادت	
	سنہ ۱ھ رمضان	سریۂ حمزہؓ بجانب سیف البحر۔ معہ ۳۰ مہاجرین ۷ ماہ بعد ہجرت	
	شوال سنہ ۱ھ	عائشہ صدیقہ سے عروسی۔	
	شوال سنہ ۱ھ	سریۂ عبیدہؓ بطرف رابعہ معہ ۸۰ مہاجرین	
	سنہ ۱ھ	متفرق واقعات	
		رُومہ کا کنواں خرید کر وقف فرمایا۔	
		ظہر، عصر، عشاء کی دوگانہ چار رکعت مقرر	

سن عیسوی	سال نبوت	واقعات	عمر مبارک
		بیعتیں۔	
		اسعد بن زرارہ۔ کلثوم بن ہدم، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل کا انتقال	
سنہ ۶۲۴ء	سنہ ۲ھ	آغاز غزوات	۵۴
	۱۲ صفر	اجازت جہاد	
	آغاز سفر	غزوۂ ابواء بجانب ابواء معہ ۶۰ مہاجرین	
	ربیع الاول	غزوۂ بواط – ۲۰۰ مہاجرین	
	جمادی الاول	غزوۂ عُشیرہ – ۲۰۰ مہاجرین	
	جمادی الثانی	غزوۂ بدر اولیٰ	
	رجب	سریۂ عبداللہ بن جحشؓ بجانب نخلہ	
		اسلام میں پہلی غنیمت	
	شعبان سنہ ۲ھ	تحویل قبلہ	
	۲۶ رمضان	قتل علماء یہودیہ	
	رمضان	روزے فرض ہوئے	
		صدقۂ فطر لازم ہوئے	
		غزوۂ بدر پیش آیا۔	
سنہ ۶۲۴ء تا سنہ ۶۲۵ء	شوال	غزوۂ قرقرۃ الکدر	
	شروع	زکوٰۃ فرض ہوئی۔	
	۱۵ شوال	غزوۂ بنی قینقاع	
	شنبہ	نماز عیدالفطر کا حکم آیا۔	
	ذی الحجہ	قربانی کا حکم آیا۔	
		نماز عید کا حکم آیا۔	
		غزوۂ سویق۔	
	۵ ذی الحجہ	حضرت فاطمہؓ کا حضرت علیؓ سے نکاح ہوا	
		درود شریف پڑھنے کا حکم آیا۔	
		رقیہ بنت رسولؐ کا انتقال	
	سنہ ۳ھ		
	محرم	غزوۂ غطفان	
	ربیع الاول	غزوۂ بحران	
	۱۴ ربیع الاول	قتل کعب بن اشرف یہودی	
	جمادی الثانی	سریہ زید بن حارثہؓ	

عیسوی	ہجری	واقعات	سپارہ
۶۲۵ء	جمادی الثانی	قتل ابی رافع	
تا	شعبان	حضرت حفصہؓ سے نکاح ہوا۔	
۶۲۶ء		۱۵ رمضان امام حسن پیدا ہوئے۔	
	شوال	غزوۂ احد	
	۱۶ شوال	(یک شنبہ) غزوۂ حمراء الاسد	
	شوال	شراب حرام ہوئی۔	
	"	وراثت کا قانون نافذ ہوا۔	
	"	تحریم نکاح مشرک	
	"	ام کلثوم بنت رسولؐ کا عثمانؓ سے نکاح	
	سنہ ۴ھ		
	یکم محرم	سریہ ابی سلمہؓ	
	۵ محرم	سریہ عبداللہ بن انیسؓ	
	صفر	واقعہ رجیع	
	"	سریۃ القراء۔ یعنی قصہ بیر معونہ	
	ربیع الاول	غزوۂ بنی نضیر۔ ان کا مدینہ سے اخراج	
	جمادی الاول	غزوۂ ذات الرقاع	
		تیمم کا حکم نازل ہوا۔	
	"	حضرت عثمانؓ کے صاحبزادے عبداللہ کا انتقال	
	شعبان	غزوہ بدر موعد	
	"	امام حسینؓ کی ولادت	
۶۲۶ء	سنہ ۵ھ		۵۷
تا ۶۲۷ء	ربیع الاول	غزوہ دومۃ الجندل	
	۲ شعبان	غزوہ بنی مصطلق	
		واقعہ افک۔ نزول برأت	
	شوال	غزوۂ احزاب	
	ذی قعدہ	غزوہ بنی قریظہ	
		حضرت جویریہؓ سے نکاح	
		حضرت زینبؓ سے نکاح	
		نزول حجاب	
		خسوف قمر (چاند گرہن)	
		واقعات متفرقہ	
		متبنّی کی بیوی سے نکاح کا جواز	
		زانی کو سو تازیانے مارنے کا حکم	

عیسوی	ہجری	واقعات	سپارہ
		حدّ قذف نازل ہوئی۔	
		لعان وظہار کا طریقہ بتلایا۔	
		ظہار بطور طلاق غیر مؤثر قرار دے کر کفارہ مقرر ہوا۔	
		نماز خوف کا حکم قرآن میں نازل ہوا	
۶۲۷ء	سنہ ۶ھ		۵۸
تا	۱۰ محرم	سریہ محمد بن مسلمہؓ	
۶۲۸ء	ربیع الاول	غزوۂ بنی لحیان	
	"	غزوۂ ذی قرد	
	"	سریہ عکاشہ	
	ربیع الثانی	سریہ محمد بن مسلمہؓ	
	"	سریہ ابو عبیدہؓ	
	"	سریہ جموم	
	جمادی الاول	سریہ عیص	
	جمادی الثانی	سریہ طرف	
	"	سریہ حسمی	
	رجب	سریہ وادی القریٰ	
	شعبان	سریہ دومۃ الجندل	
۶۲۸ء	سنہ ۶ھ	ابو ہریرہؓ کا قبول اسلام	
	شعبان	سریہ فدک	
	۷ رمضان	سریہ ام قرفہ	
	شوال	سریہ عبداللہ بن رواحہؓ	
	"	سریہ کرز بن جابر فہری	
	یکم ذیقعد	عمرۃ الحدیبیہ	
		بیعت الرضوان	

شاہان عالم کے نام خطوط

قیصر روم (ہرقل) ۱
خسرو پرویز (کسریٰ) ۲
نجاشی حبشہ ۳
مقوقس شاہ مصر ۴
منذر بن ساوی شاہ بحرین ۵
شاہ عمان ۶

عیسوی	ہجری	واقعات	عمر مبارک
		رئیس یمامہ ہوذہ بن علی ۷	
		امیر دمشق حارث غسانی ۸	
۶۲۸ء تا ۶۲۹ء	۶ھ	متفرق واقعات ۶ھ	۵۹
		ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان سے نکاح	
		پنجہ دار پرندے حرام ہوئے	
		درندہ جانور حرام ہوئے	
		گدھا اور خچر حرام ہوئے	
		حاملہ لونڈی سے وضع حمل تک یا ایک ماہ تک تمتع ناجائز قرار پایا۔	
	۷ھ محرم	غزوۂ خیبر	
		تحریم متعہ	
		مہاجرین حبشہ کی واپسی	
		واقعہ لیلۃ التعریس	
	ذی قعدہ	عمرۃ القضاء	
		حضرت میمونہؓ سے نکاح	
	ذی الحجہ	سریہ اخرم بن ابی العوجاء	
۶۲۹ء تا ۶۳۰ء	۸ھ		۶۰
	صفر	سریہ غالب بن عبداللہؓ	
		اسلام خالد بن ولیدؓ، عثمان ابن طلحہؓ	
	صفر	عمرو بن العاص	
	جمادی الاول	غزوۂ موتہ	
	جمادی الثانی	سریہ عمرو بن العاصؓ	
	رجب	سریہ ابو عبیدہ	
		فتح مکہ۔ عفو عام کا اعلان	
		معززین قریش کا اسلام	
		ابی قحافہؓ کا اسلام	
		صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو	
		عقبہؓ و معتبؓ پسران ابولہب،	
		معاویہؓ وغیرہ کا قبول اسلام	
	۲۵ رمضان	سواع و عزیٰ کی تخریب بت خانوں کی تخریب	
		مناۃ کی تخریب	
	۲۶؍ ۱۰ شوال شنبہ	غزوۂ حنین و اوطاس و طائف	

عیسوی	ہجری	واقعات	عمر مبارک
	۲۸ ذی قعدہ	عمرۂ جعرانہ	
۶۳۰ء	۸ھ	متفرق واقعات	
		زینب بنت رسول کا انتقال	
		ابراہیم بن رسول اللہ کی ولادت	
		عمرو بن العاص کو زکوٰۃ کی وصولی کے لیے عمان بھیجا گیا۔	
		کعب بن عمیر کے ساتھ شام کی طرف بھیجے ہوئے مبلغ قتل کر دیے گئے۔	
		عمال کا تقرر کیا گیا۔	
		عتاب بن اسیدؓ نے بطریق عرب حج کرایا۔	
۶۳۰ء تا ۶۳۱ء	۹ھ محرم	عاملین کو اطراف و اکناف وصول زکوٰۃ و صدقات کے لیے روانہ فرمایا	
	محرم	سریہ عیینہؓ	
		سریہ عبداللہ بن عوسجہؓ	
		سریہ قطبہ بن عامرؓ	
	ربیع الاول	سریہ ضحاک بن سفیان	
		سریہ علقمہ بن مجزز	
	ربیع الآخر	سریہ علیؓ بن ابی طالب	
		اسلام فرزند حاتم طائی و دختر او	
		اسلام کعب بن زہیر	
	رجب	غزوۂ تبوک۔	
		حج فرض ہوا۔	
	ذی قعدہ	ابوبکر بطور امیر حج مقرر ہوئے	
	۹ھ	اعلان برائت	
		عبداللہ بن ابی کا انتقال	
		نجاشی شاہ حبشہ کا انتقال اور غائبانہ نماز جنازہ	
		سود حرام ہوا	
		جزیہ مقرر ہوا	
		مسجد ضرار کو گرانے کا حکم دیا گیا	
		لعان و ظہار، ایلاء و تخییر کا حکم نازل ہوا	

عیسوی	ہجری	واقعات	عمر مبارک
	سنہ ۹ھ	(عام الوفود)	
		وفد بنی اسد	
	صفر	وفد عذرہ	
	ربیع الاول	وفد بلی	
		وفد بنی مُرّہ	
	سنہ ۹ھ	وفد صداء	
	سنہ ۹ھ	وفد اشعریین	
۶۳۱ء تا ۶۳۲ء	سنہ ۱۰ھ		۶۲
		وفد ہوازن	
		وفد ثقیف	
		وفد بنی عامر	
		وفد ازد	
		وفد بنی الحارث	
		وفد ہمدان	
		وفد مزینہ	
		وفد دوس	
		وفد نصاریٰ نجران	
		فروہ بن عمرو جذامی کی سفارت	
		وفد ضمام	
		وفد طارق بن عبداللہ	
		وفد تجیب	
		وفد ہذیم	
		وفد بنی فزارہ	
		وفد بنی بہراء	
	شعبان	وفد خولان	
		وفد محارب	
	رمضان	وفد غسان	
		وفد سلامان	
	شوال	وفد بنی عبس	
		وفد غامد	
		وفد ازد	
		وفد بنی المنتفق	
		یمن میں تعلیم اسلام	

عیسوی	ہجری	واقعات	عمر مبارک
	ربیع الثانی	سریہ خالد بن ولید بسوئے نجران	
	رمضان	سریہ علی بسوئے یمن	
		حجۃ الوداع بمعہ ایک لاکھ چودہ ہزار نفوس قدسیہ ۱۱۴۰۰۰	
	ذی قعدہ		
	ذی الحجہ	منیٰ میں ۶۳ اونٹ بنفس نفیس قربان کیے	
		خطبہ خم غدیر	
		حجۃ الوداع سے واپسی	
		جبرئیل امین کی آمد اور ایمان، اسلام، احسان کے متعلق سوال	
		تکمیل دین کی آیت کا نزول	
۶۳۲ء	سنہ ۱۱ھ		۶۳
	محرم	وفد نخع	
	صفر دوشنبہ	سریۂ اسامہ بن زید بسوئے روم	
	چہارشنبہ	سفر آخرت کی تیاری۔ مرض وفات کا آغاز۔	
	ربیع الاول	واقعہ قرطاس چار روز قبل از وصال	
	"	صدیق اکبرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم	
	۱۲ ربیع الاول	یوم وصال دوشنبہ بوقت دوپہر	
		عمر مبارک بوقت وصال ۶۳ سال	
	۱۴ ربیع الاول	چہارشنبہ کی شب کو حجرہ صدیقہؓ میں مدفون ہوئے	
		تیس ہزار آدمیوں نے نماز جنازہ پڑھی	
	۲۲۳۳۰ دن	دنیا میں بائیس ہزار تین سو تیس دن ۱۰ گھنٹے قیام فرمایا۔ واللہ اعلم۔	

کل تعداد		
	غزوات	۱۹ زید بن ارقم ۲۱ جابر بن عبداللہ ۲۴ سعید بن مسیب ۲۷ محمد بن اسحٰق
۶	سرایا	۳۵ ابن عبدالبر ۳۸ محمد بن اسحٰق ۴۰ ابن سعد ۴۸ واقدی ۵۶ ابن جوزی۔

واللہ اعلم

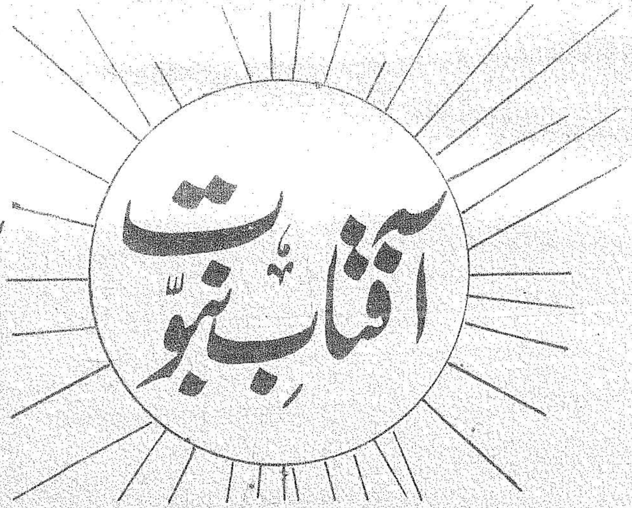
نعتِ ذو صنعتین

مرزا عزیز فیضانی (دارا پوری)

مرسلہ مولانا سیف اللہ اکرم

ل	لا کہ لوحِ دل دو عالم	م	ل	لکھو اسمِ رسولِ اکرم	م
اِ	اس کا الہام درسِ اصلاح	ح	اِ	اسوۂ روحِ کمالِ ارواح	ح
ا	اسم سردارِ وُلدِ آدمؑ	م	ا	آرام دہِ دلِ دو عالم	م
ل	لامع ہوگا دل اور مسعود	دِ	ل	لکھو سرورؐ کا اسمِ محمود	دِ
ہٖ	ہر ملک و گروہ کا وہ سردار	ر	ہٖ	ہر عہد و دَور کا وہ سالار	ر
ا	اس کا ادراک کامل احساس	س	ا	اُس کا اسلام مرگِ وسواس	س
ل	لامع وہ مہِ کمال ہر سُو	و	ل	لوگو! لو دردِ دل کا دارُو	و
اِ	احمر، اسود ہر اک کو حاصل	لِ	اِ	اُس کا کرم اور رحم کامل	لِ
ا	آرامِ دل وہ ماسوا کا	ا	ا	اکرم سردار اور مولا	ا
ل	لاہم کو ملا وہ محرمِ دل	ل	ل	للہ الحمد! رحیم کامل	ل
ل	لو علم عطا ہوا مکمل	ل	ل	لاحل ہر مسئلہ ہوا حل	ل
ہٖ	ہر لمحہ اُس کا سالکِ راہ	ہٖ	ہٖ	ہر دم آگاہِ سِرِّ درگاہ	ہٖ
لا الہ الا اللہ		محمد رسول اللہ	لا الہ الا اللہ		محمد رسول اللہ

(اس نعت میں دو صنعتیں ہیں (۱) نظم غیر منقوط ہے (۲) سب مصرعوں کے پہلے حروف کو اوپر سے نیچے ملا کر پڑھنے سے ۲ دفعہ لا الہ الا اللہ بنتا ہے اور آخری حروف کو اس طرح ملا کر پڑھنے سے ۲ دفعہ محمد رسول اللہ بنتا ہے)



کا ذکر کُتبِ سابقہ میں

تحریر: محمود عارف — لاہور

قرآن کریم کا دعوٰے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق نہ صرف انبیائے کرام کے اس سلسلۂ مذہب سے مربوط و قائم ہے، بلکہ انبیائے کے یہ رخیل برتاج ایسے ہیں کہ جن کی آمد کی بشارت ہر نبی نے اپنی قوم اور اپنے گروہ کو سنائی۔ سابقہ انبیاء نے (صلوات اللہ علیہم) زمین تیار کی تاکہ وہ امام الانبیا جلوہ افروز ہو سکے۔ راہ ہموار کی تاکہ وہ زبدۂ کون ومکان آئے اور نعت و حمد کے ترانوں سے تمام دنیا کو معمور کر دے۔

قرآن کریم کا یہ دعوٰے بہت سی جگہوں میں مذکور ہے۔ چند آیات ملاحظہ ہوں:-

"اور جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے پختہ عہد (میثاق) لیا کہ البتہ میں تمہیں دے چکا ہوں کتاب وحکمت پھر تمہارے پاس "وہ رسول" آجائے جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہو، تو تم لازماً اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ (پروردگار نے) کہا کہ کیا تم نے اس کا اقرار کر لیا۔ سب انبیاء نے جواب دیا ہاں ہم نے اقرار کر لیا۔ پروردگار نے فرمایا پس تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں"

سورہ آل عمران۔ آیت نمبر ۸۱

اس آیت میں واضح اور غیر مبہم الفاظ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ "عہد کے رسول" (جیسا کہ بعینہٖ یہ الفاظ ملاکی نبی کے حوالے سے نقل کیے جائیں گے) کی رسالت تمام انبیائے کرام کی تسلیم وتصدیق شدہ ہے۔ اور خاتم النبیین کی نبوت کا سکہ صرف عوام پر ہی نہیں بلکہ انبیائے کرام کے مقدس وبرگزیدہ گروہ پر بھی چلتا ہے۔

دوسری جگہ سورہ صف میں ارشاد ہے:-

"اور جب کہا عیسیٰ ابن مریم نے اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہوں، اور تورات کی جو مجھ سے پہلے نازل شدہ ہے تصدیق کرنے والا ہوں اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا"

سورہ صف آیت نمبر ۶

اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کے یہ دعاوی ایسی ٹھوس اور غیر متزلزل بنیادوں پر قائم ہیں جن کی شہادت موجودہ بائیبل (مشتمل بر عہد نامہ قدیم وعہد نامہ جدید) دے سکتی ہے اور باوجود اس کے کتابوں کے اس مجموعے میں بہت کچھ تبدیل کیا جا چکا ہے اور حشو وزوائد کو بھی داخل کتاب کر دیا گیا ہے۔ (اگر یقین نہیں آتا تو اس کے اوراق اٹھا کر دیکھ لیجیے، باب ۱۹ درس ۳ تا ۳۸ میں حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیٹیوں کے ہاتھ سے شراب نوشی کرتے نظر آتے ہیں اور پھر العیاذ باللہ اپنی بیٹیوں سے وہ کچھ کرتے ہیں جو انسان غیروں سے بھی نہیں کر سکتا۔ کیا یہی انبیاء کی شان ہے۔ باب ۳۲ درس ۲۳ دیکھیے، خدائے جلیل، حضرت یعقوبؑ سے کشتی لڑ رہا ہے اور غالب نہیں آسکتا۔ یعقوب علیہ السلام غالب آگئے۔ اس لیے ان کا نام اسرائیل پڑ گیا۔ العیاذ باللہ)۔ مگر اس کے باوجود بھی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بشارات اور پیش گوئیاں موجود ہیں اور عقل وفکر رکھنے والوں کو بدستور دعوت فکر و دانش دے رہی ہیں۔

ہم ان میں سے چند ایک نقل کر کے دکھانا چاہتے ہیں کہ نبوت کا وہ آفتاب جو ربیع الاوّل میں طلوع ہوا۔ اس کی آمد آمد کا ڈنکا کتنی مقدس ہستیوں نے بجایا، کتنے برگزیدہ تھے جو آپ کو دیکھنے کی تمنا اور تڑپ لیے دنیا سے چلے گئے۔

موسےٰ علیہ السلام کی بشارت

دیکھیے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے مخاطب ہیں ۔

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا ، اور کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا ۔ دس ہزار (یہاں بائیبل کے تراجم مختلف ہیں ۔ کسی میں لاکھوں قدسیوں کے ساتھ ، کسی میں دس ہزار قدسیوں کے ساتھ ہے ۔) قدسیوں کے ساتھ ۔ اس کے داہنے ہاتھ میں ان کے لیے آتشیں شریعت تھی ۔ وہ بیشک قوموں سے محبت رکھتا ہے اور اس کے سب مقدس لوگ تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں میں بیٹھے ، ایک ایک تیری باتوں سے مستفید ہوگا"

استثناء ، باب نمبر ۳۳ ۔ ورس نمبر ۲ ، ۳

اس میں موسےٰ علیہ السلام نے صاف طور پر تین انبیاء کی پیش گوئی فرمائی ۔ ان میں سے ایک خود ہیں جنہیں حق کا جلوہ سینا پر نظر آیا ۔ دوسرے حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہیں ۔ جنہیں یہ شرف شعیر کے قرب و جوار میں حاصل ہوا ، اور تیسرے کون ہیں ؟ ظاہر ہے اس کا مصداق سوائے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی نہیں ہو سکتا ۔ پھر اگلے الفاظ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ (یا لاکھوں قدسیوں میں سے) کس طرح فتح مکہ کا منظر آنکھوں کے سامنے پیش کرتے ہیں ۔

علاوہ ازیں اس میں فاران کا لفظ مذکور ہے ۔ فاران کون سی جگہ کا نام ہے ؟ کیا مکہ کے قریب جو سلسلہ کوہ پھیلا ہوا ہے ، اسے ہی تو فاران نہیں کہتے ؟

" فاران المذکور فی التوراۃ فی قولہ جاء اللہ من سینا واشرق من ساعیر واستعلن من فاران فساعیر جبال فلسطین وھو انزلہ الانجیل علےٰ عیسےٰ السلام وفاران مکۃ وجبالھا علےٰ فالشھد بہ التوراۃ واستعلائہ منہا ۔ انزالہ القرآن "

معجم البلدان

" وہ فاران جس کا ذکر توارات میں ہے کہ " خدا سینا سے آیا ، سعیر سے آشکارا ہوا ۔ اور فاران سے جلوہ گر ہوا " پس ساعیر فلسطین کے پہاڑ ہیں ، جہاں عیسےٰ علیہ السلام کو انجیل دی گئی اور فاران مکہ اور اس کے پہاڑوں کا نام ہے جیسا کہ تورات نے اس کی گواہی دی اور اس کے جگمگانے سے مراد قرآن کریم کا نزول ہے ۔

موسےٰ علیہ السلام کی دوسری بشارت

حضرت موسےٰ علیہ السلام نے ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا :-

" قائم کرے گا تیرا معبود ، موجود ا تیرے لیے نبی مجھ میں سے ۔ تیرے بھائیوں میں سے مجھ جیسا ، اس کو مانیو اور اس کے بھائیوں میں سے نبی تیرا سا قائم کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اس سے کہوں گا وہ ان سے کہہ دے گا "

الفاظ کا تقدم و تاخر بتلا رہا ہے کہ اس کے الفاظ میں کمی زیادتی (کیونکہ یہی الفاظ جب ایک مقام میں حواری نے نقل کیے ، تو اس طرح ہیں ۔ موسیٰ نے کہا خداوند سے ۔ خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیے مجھ سا نبی پیدا کرے گا ۔ اعمال ، باب ۳ ، ورس ۲۲ ۔) کی گئی ۔ مگر جو کچھ ہے اس میں بھی بہت کچھ موجود ہے ۔

اوّلاً :- بنی اسرائیل کے بھائی کون ہیں ؟ بنی اسماعیل کے سوا بھی کسی کا تصور کیا جا سکتا ہے ۔

ثانیاً :- بنی اسماعیل میں سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نبی نہیں پیدا ہوا ۔

ثالثاً :- مجھ سا سے مراد یہ ہے کہ وہ نبی خدا سے کلام بھی کرے گا جیسا کہ میں نے کی ۔ وہ نبی جہاد بھی کرے گا ۔ جیسا کہ میں نے کیا ، وہ نبی ہجرت بھی کرے گا جیسا کہ میں نے کی ۔ وغیر ذالک ۔ اب دیکھئے کہ یہ وجہ شبہ کسی اور نبی پر راست آتی ہے ؟ انبیاء بنی اسرائیل میں کوئی الیا عزم وہمت والا نبی پیدا ہوا ۔ جیسا کہ خود موسیٰ علیہ السلام ہیں ۔ خود تورات کی گواہی یہ ہے کہ آج تک کوئی نبی ایسا پیدا نہیں ہوا ۔ (اس کے مقابلے میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں مشابہت کے نمونے کامل و مکمل پائے جاتے ہیں ———)

رابعاً :- " کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا " بنی اسرائیل میں جتنے انبیاء آئے ۔ بشمول حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب معانی اور مفہوم جو ان کے دل میں القاء ہوتا تھا وہ اپنی قوم کو سناتے تھے ۔ اس خصوصیت کے ساتھ کوئی نبی بھی متصف نہیں کہ اس کا کلام وہی ہو جو خدا تعالےٰ نے نازل کیا ۔ سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ، کہ آپ کا کلام بعینہٖ وہی کلام ہے جو خدا تعالےٰ نے نازل کیا ، یعنی کے آپ کے منہ میں ڈالا ۔

خامساً :- " جو کچھ میں اس سے کہوں گا وہ ان سے کہہ دے گا "

عیسےٰ علیہ السلام اپنے آخری لمحات میں ارشاد فرماتے ہیں ۔

" مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے " (انجیل یوحنا ، باب نمبر ۱۶ ورس ۱۲)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ عیسٰی علیہ السلام نے اپنی ڈھائی سالہ نبوت میں ابھی بہت تھوڑا کہا تھا اور بہت کچھ باقی تھا۔ مگر سرورِ کائنات نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر ارشاد فرمایا:۔

اللّٰھم ھل بلغت

"اے لوگو! کیا میں نے خدا کا پیغام (وہ سب کچھ) پہنچا دیا۔
سب نے ہی جواب دیا۔ ہاں۔
قرآن کریم کی یہ آیات اسی موقع پر نازل ہوئیں:۔
"آج کے دن میں نے تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کر دیا اور میں نے تمہارے لیے دین اسلام کو منتخب کر لیا"

سورۃ مائدہ۔ آیت ۳

داؤد علیہ السلام کی بشارت

مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر میں رہتے ہیں۔
وہ سدا تیری تعریف کریں گے۔
مبارک ہے وہ آدمی جس کی قوت تجھ سے ہے۔
جس کے دل میں صیون کی شاہراہیں ہیں۔
وہ وادی بکّا سے گذر کر اسے چشموں کی جگہ بنا لیتے ہیں۔ پہلی بارش اسے طاقت سے معمور کر دیتی ہے۔
وہ طاقت پر طاقت پاتے ہیں۔

زبور۔ باب ۸۴، درس ۴ تا ۷۔

۱۔۔۔۔ وادی بکّا ۔۔۔۔ وادی مکّہ نہیں تو اور کیا ہے؟
قرآن کریم میں خود مکّہ کو بکّا کہا گیا ہے ارشاد ہے:۔

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا و ھدی للعالمین۔ (آل عمران آیت ۹۶)

"سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو مکّہ میں ہے وہ تمام جہانوں کے لیے برکت اور ہدایت والا ہے"

آل عمران۔ آیت نمبر ۹۶

۲۔۔۔۔ پہلی بارش سے مراد کیا ہے؟
کیا غزوہ بدر تو نہیں اور پھر سنیئے: "وہ طاقت پر طاقت پاتے ہیں"
کس طرح اسلامی طاقت دن بدن بڑھتی رہی کیا یہ اسی کی داستان سرائی تو نہیں ۔۔۔؟

۳۔۔۔۔ "وہ سدا تیری تعریف کریں گے"
امتِ محمدیہ علےٰ صاحبہا التحیۃ والسلام کی اس سے بہتر کوئی تعریف

ہو سکتی ہے؟

۴۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بشارت

"میرا محبوب سرخ و سفید ہے۔ وہ دس ہزار میں ممتاز ہے۔ اس کا سر خالص سونا ہے اور اس کی زلفیں پیچ در پیچ اور سیاہ ہیں۔ اس کی آنکھیں ان کبوتروں کی سی ہیں جو نہا کر تمکنت سے لب دریا بیٹھے ہوں اور اس کے رخسار پھولوں کے چمن اور بلبستان کی کیاریوں کے مانند ہیں اس کے لب سوسن ہیں"

غزل الغزلات باب ۵، درس ۱۰ تا ۱۲۔

۱۔۔۔۔ "میرا محبوب سرخ و سفید ہے"
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کی صحیح اور بہترین تعبیر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رنگت سرخی مائل بہ سفیدی تھی۔
(دیکھیئے شمائل ترمذی)

۲۔۔۔۔ اس پیش گوئی میں ایک جملہ ہے جس کے اصل عبرانی الفاظ یہ ہیں:۔
خلو محمدیم زہ دودی زہ رعی۔
وہ ٹھیک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ وہ میرے محبوب ہیں میری جان۔
موجودہ تراجم (تفصیل کے لیے دیکھیئے مقالہ سر سید احمد) بائیبل میں محمدؐ کے لفظ کا ترجمہ صحیح نہیں کیا گیا۔ لفظ محمدؐ کو ترجمہ میں بعینہ رہنا چاہیئے تھا یا پھر اس کا ترجمہ "تعریف کیا گیا" لکھنا چاہیئے تھا۔ بہر حال اس سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ بعض انبیاء نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک تک بتا دیا تھا ۔۔۔ اسی لیے تو قرآن کریم میں ارشاد ہے:۔
"وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی وہ آپ کو اس طرح سے پہچانتے ہیں جس طرح کہ اپنے بیٹوں کو پہچانا جاتا ہے۔ اور البتہ ایک جماعت ان میں سے حق کو چھپاتی ہے"

سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۴۶

۳۔۔۔۔ "اس کا سر خالص سونا ہے"
یہ الفاظ بھی کس قدر حقیقت کی عکاسی کرتے نظر آتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حجامت بنواتے تو صحابہ کرامؓ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے اور ان بالوں کی اس طرح حفاظت فرماتے جس طرح در و دانیہ کی حفاظت کی جاتی ہے۔ آج تک بعض خاندانوں میں وہ مقدس متبرک سر کے بال محفوظ چلے آتے ہیں تو اب سوچیئے کہ خالص سونا ہے کا لفظ کس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر راست آتا ہے۔

۴ ـــــ "اس کی زلفیں پیچ در پیچ اور سیاہ ہیں"
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک پیچ در پیچ اور بالکل سیاہ تھے۔ شمائل ترمذی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔

یسعیاہ نبی کی بشارت

یسعیاہ (جن کا ذکر قرآن کریم میں الیسع کے نام سے کیا گیا دیکھیے سورۃ ص آیت ۴۸۔)

"دیکھو میرا خادم جسے میں سنبھالتا ہوں، میرا برگزیدہ، جس سے میرا دل خوش ہے۔ میں نے اپنی روح اس پر ڈالی، وہ قوموں میں عدالت کو جاری کرے گا۔ وہ نہ چلائے گا، نہ شور مچائے گا۔ نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی۔"

یسعیاہ باب ۴۲ درس ۱، ۲

اسی باب کے درس ۴، ۵، ۶، ۷، علی الترتیب یہ ہیں:۔
"میں خداوند نے تجھے صداقت سے بلایا۔ میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا اور قوموں کے عہد اور نور کے لیے تجھے دوں گا کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور اسیروں کو قید سے چھڑائے۔"

۱ ـــــ "میرا خادم" عبد کا ترجمہ نہیں؟
سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ
"پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے (خادم) کو راتوں رات سیر کرائی۔" سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱

"میرا برگزیدہ"
مصطفےٰ کا ترجمہ نہیں؟ جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کا نام دھرا ہی نہیں گیا۔

۲ ـــــ "وہ قوموں میں عدالت کو جاری کرے گا"
عیسائی عام طور پر اس پیش گوئی کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرار دیتے ہیں۔ (دیکھیے انجیل متی باب نمبر ۱۲ درس ۱۸، ۱۹، ۲۰)
ذرا یہ بتائیں تو سہی کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کس قوم کے درمیان عدالت کو جاری کیا، کون سے گروہ میں عدل و انصاف کو رواج دیا یا یہ کہ خود بھی یہودیوں کے ظلم کا شکار بنے رہے۔
مگر اس کے برخلاف، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر نگاہ رکھیے کس طرح قدم قدم پر عدالت و انصاف کی حکمرانی نظر آتی ہے۔ صرف ایک ہی قوم کو نہیں بلکہ مختلف اقوام و ملل کی حکمرانی فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں ـــــ

۳ ـــــ "تیری حفاظت کروں گا"
حضرت عیسےٰ علیہ السلام (بقولِ نصاریٰ) یہودیوں کے ظلم و جبر کا شکار ہوئے، انہیں مارا گیا، پیٹا گیا اور سب سے آخر میں، سولی پر چڑھادیا گیا، تو حفاظت کہاں ہوئی؟
مگر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں قدم قدم حفاظت و عصمت کا سماں نظر آتا ہے، اپنے بھی دشمن ہیں، بیگانے بھی، آسمان بھی دشمن ہے اور زمین بھی، مگر خدا تعالےٰ کی حفاظت و نصرت کا وعدہ ہر مقام پر ایفا ہوا۔

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ
"خدا تعالےٰ تجھے لوگوں سے بچائے گا"
سورۃ المائدہ : آیت نمبر ۶۷

۴ ـــــ "اسیروں کو قید سے چھڑائے گا"
حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے کوئی بھی قیدی نہیں چھڑایا۔
مگر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم قدم پر قیدیوں کو رہائی بخشی ـــــ صرف غزوہ حنین کے موقع پر ۶۰۰۰ (چھ ہزار) قیدیوں کو رہا کیا۔ اسی سے اندازہ کر لیجیے۔

یسعیاہ نبی کی دوسری پیشگوئی

"بیابان اور اس کی آباد بستیاں قیدار کے آباد گاؤں اپنی آواز بلند کریں، سلع کے بسنے والے گیت گائیں، پہاڑیوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں۔ وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں اور جزیروں میں اس کی ثنا خوانی کریں۔ خداوند بہادر کی مانند نکلے گا اور جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت دکھائے گا۔ وہ نعرہ مارے گا۔ وہ اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا۔"
باب نمبر ۴۲۔ آیت نمبر ۱۱ تا ۱۳

۱ ـــــ "قیدار کی آباد بستیاں"
قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فرزند ارجمند کا نام ہے جس کی نسل سے بنو کنانہ، یعنی قریش وغیرہ ہیں۔ دیکھیے باب پیدائش ۲۵ ـ درس نمبر ۱۳۔
بیابان سے مراد وہی وادی غیر ذی زرع ہی تو نہیں جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرتِ اسماعیل اور حضرت ہاجرہ کو سپردِ خدا کیا تھا۔

کتاب پیدائش میں ہے :۔

"اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا وہ بڑھا اور بیابان میں رہا۔"

(باب ۲۱ درس ۲۰)

۲۔۔۔۔"سلع کے بسنے والے گیت گائیں"۔

مدینہ کے قریب جو پہاڑی سلسلہ ہے جسکے دامن سے خندق کا آغاز کیا گیا تھا۔ اسے سلع کہا جاتا ہے۔ بخاری شریف میں اس پہاڑ کا نام متعدد دفعہ آیا۔ مثلاً غزوہ تبوک کے سلسلہ میں حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت۔ گیت گائیں گے سے مراد شاید وہ گیت ہے جو اہل مدینہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری مبارک کو دیکھ کر گایا تھا۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

ثنیات وداع سے ہم پر چودھویں کے چاند نے طلوع کیا۔

۳۔۔۔۔ اس پیش گوئی کے آخری الفاظ بتاتے ہیں کہ وہ نبی جنگ کرے گا۔ خدا کی نصرت اس کے ساتھ ہوگی اور وہ غلبہ پائے گا۔ کیا یہ ٹھیک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کی تفسیر نہیں کہ کس طرح خدائے قدوس نے آپ کی امداد کی۔ ہزاروں کے مقابلے میں مٹھی بھر لوگوں کو فتح یاب کیا اور بالآخر تمام دشمن اسی قوت سے مغلوب ہو گئے۔

۷۔ یسعیاہ نبی کی تیسری پیشگوئی

"عرب کی بابت بارِ نبوت"

"اے ددانیوں کے قافلو! تم عرب کے جنگل میں رات کاٹو گے، وہ پیاسے کے پاس پانی لائے، تیما کی سرزمین کے باشندے روٹی لے کر بھاگنے والے سے ملنے کو نکلے کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے ننگی تلوار سے، اور کھینچی ہوئی کمان سے، اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔ کیونکہ خداوند نے مجھ سے یوں فرمایا کہ مزدور کے برسوں کے مطابق ایک برس کے اندر قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی، اور تیراندازوں کے جو باقی رہے۔ قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا۔"

یسعیاہ، باب نمبر ۲۱، درس نمبر ۱۳ تا ۱۷

۱۔۔۔۔"عرب کی بابت بارِ نبوت"

"اس الہامی پیش گوئی کی یہ اوپر کی سرخی یعنی عنوان ہے۔ اس عنوان ہی سے تمام عقدے حل ہو جاتے ہیں۔ عرب کی سرزمین میں کون نبی ہوا؟ جس کی بشارت حضرت یسعیاہ (الیسع) نے دی۔ حضور کے سوا کسی اور کا نام لینے کی قطعاً گنجائش نہیں۔

ددانی۔ ددان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے یقسان کا نام ہے جو آپ کی تیسری زوجہ مطہرہ حضرت قطورہ سے تھا۔

تواریخ باب اول، درس ۳۱، ۳۲، ۳۳ نیز کتاب پیدائش باب ۲۵ درس ۱

۲۔۔۔۔ تیما کے دو معنے ہو سکتے ہیں، اول اس کا معنے دکھن ہے اور مدینہ منورہ بھی بیت المقدس سے جانب دکھن ہے۔ دوسرے اس کے معنے بنی تیمہ ہو سکتا ہے اور تیمہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ہے۔ جس اولاد ان اطراف میں پھیلی۔

(دیکھو کتاب پیدائش باب ۲۵ درس ۱۵، ۱۶)

۳۔۔۔۔"وہ پانی لے کر پیاسے کے استقبال کو نکلے"۔

یہ واقعہ ہجرت کا بیان ہے کہ اس وقت سرور کائنات ﷺ پیاسے مدینہ منورہ پہنچے اور راستے میں قبیلہ بنی مخزوم کی ایک شریفہ خاتون نے دودھ پلا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاس مبارک کو تسکین دی۔ "روٹی لے کر بھاگنے والے"۔ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ واقعہ ہجرت میں حضرت اسماء نے اپنی کمر کی پیٹی کے دو ٹکڑے کر کے ایک سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھانا باندھ رکھا تھا۔ اس لیے ان کا نام "ذات النطاقین" پڑ گیا۔ اور پھر ———— "ننگی تلواروں سے بھاگے ہیں" والے جملے کیسے" واقعہ ہجرت کے پس منظر میں ہونے والے ان واقعات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ کتنی چمکدار تلواریں تھیں، جنہوں نے بیت نبوی کا تمام رات محاصرہ کیے رکھا، جنگ کی کتنی شدت تھی۔ تمام مکہ آپ کے خون کا، ایک نبی کے خون کا پیاسا تھا۔ مگر خدا تعالے کسی اور ہی تدبیر میں مصروف تھے ————"

۴۔۔۔۔"ایک ہی سال میں قیداری کی ساری حشمت جاتی رہیگی"۔

قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اس فرزند کا نام ہے جس کی نسل سے قریش مکہ تھے۔ ہجرت کے ٹھیک ایک سال بعد غزوہ بدر کا واقعہ پیش آیا جس میں قریش کی ساری حشمت خاک میں مل گئی اور ان کے تیر انداز اور بہادر کم ہو گئے۔ کیا اس کے بعد بھی کوئی شک و شبہ رہ سکتا ہے؟ کہ یہ پیش گوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے متعلق ہے۔

شاید اسی بنا پر ورقہ بن نوفل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا:۔

"کاش میں جوان ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی تو میں آپ کی خوب مدد کرتا"۔ (بخاری کتاب الوحی۔ روایت عن عائشہؓ)

۸۔ حبقوق نبی کی بشارت

"آئے گا اللہ جنوب سے اور قدوس فاران کے پہاڑ سے آیا اس
شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی"۔
کتاب حبقوق، باب ۳، درس ۳

۱۔۔۔ اس پیش گوئی میں فاران کا صاف ذکر ہے جو مکہ کے قریب پہاڑی سلسلہ کا نام ہے اور جنوب سے آئے گا۔

اور اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی یہ فتح مکہ کے واقعہ کا کس طرح صاف اور غیر مبہم بیان ہے۔ اور اس سے فتح بیت المقدس بھی مراد لیا جا سکتا ہے کیونکہ بیت المقدس مدینہ منورہ کے جنوب کی طرف ہے۔ مسلمانوں نے جنوب کی طرف سے اس پر حملہ کیا اور فتح کیا۔

۹۔ اشعیا نبی کی بشارت

"ایک جوڑی سواروں کی دیکھی۔ ایک سوار گدھے کا اور
ایک اونٹ کا، اور خوب متوجہ ہوا"۔
(کتاب اشعیاہ (نبی) باب ۲۱ درس ۷)

۱۔۔۔ اس الہامی کتاب میں حضرت یشعیاہ دو نبیوں کی بشارت سناتے ہیں جنہیں اپنے کشف سے بالکل سامنے دیکھا۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو گدھے پر عام طور سے سواری کرے گا۔ ظاہر ہے اس سے مراد حضرت عیسٰے علیہ السلام ہیں، ان کے گدھے کی سواری کا ذکر انجیل متی، باب ۲۱ درس ۲، ۷ میں ہے۔

اور دوسرے وہ نبی ہیں جو عام طور پر اونٹ کی سواری کریں گے۔ ظاہر ہے اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کی اونٹنی جس پر آپ صلح حدیبیہ کے وقت سوار تھے کا نام قصواء تھا۔ اکثر اوقات آپ نے اونٹ کی سواری کی۔

۱۰۔ ملاکی نبی کی بشارت

"دیکھو! میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے
راہ راست کرے گا اور خداوند جس کے تم طالب ہو،
ناگہاں ہیکل میں آموجود ہوگا، ہاں عہد کا رسول۔ جس کے تم
آرزومند ہو آئے گا۔ پر اس کے آنے کا دن کس نے دیکھا ہے
ہے اور جب اس کا ظہور ہوگا کون کھڑا رہ سکے گا کیونکہ
وہ سنار کی آگ اور دھوبی کے صابن کی مانند ہے"۔

(ملاکی باب نمبر ۳ - درس نمبر ۱، ۲)

۱۔ اس بشارت میں علاوہ دیگر باتوں کے سب سے بڑی بات جو کہی گئی وہ یہ ہے کہ اس میں "عہد کا رسول"، کے الفاظ کہے گئے ہیں یہ بعینہٖ وہی الفاظ ہیں جو قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق استعمال کیے گئے اور اس سے مراد ہے کہ تمام انبیاء جس کی نبوت و امامت کا کلمہ پڑھیں گے۔ جیسا کہ آیت بالا میں بیان ہوا۔ اس سے بڑھ کر قرآن کریم کی صداقت کی کیا دلیل ہو سکتی ہے؟

۲۔۔۔ دوسری چیز اس میں جو بیان کی گئی وہ یہ کہ "اس نبی کا جب ظہور ہوگا اس کے سامنے کون کھڑا ہو سکے گا۔ فتح مکہ کے موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اچانک مکہ مکرمہ کے سامنے اپنی اور اپنے لشکر کی نمود دکھلائی تو قریش مکہ ہکا بکا رہ گئے اور کوئی بھی سامنے کھڑا نہ رہ سکا۔ کیا یہ پیش گوئی اس موقع کے لیے نہیں کی گئی؟

بشارت عیسٰے علیہ السلام

"اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے
کاہن لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجا کہ تو کون ہے تو اس
نے اقرار کیا نہ انکار کیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔
انہوں نے اس سے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟
اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب
دیا، کہ نہیں"۔

(یوحنا، باب ۱، درس نمبر ۱۹، ۲۰، ۲۱)

۱۔۔۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہود کے ہاں تین انبیاء کا انتظار تھا۔ اول مسیح کا، دوم ایلیاہ کا، سوم وہ نبی کا۔ مسیح علیہ السلام بھی آچکے اور ایلیاہ بھی، مگر وہ نبی سے کیا مراد ہے؟ ظاہر ہے اس سے مراد وہی نبی ہے جس کے متعلق بشارات کثرت اور تواتر سے انبیاء کرام دیتے چلے آئے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس نبی کی آمد کا ان میں اتنا شہرہ اور چرچا تھا کہ اس نبی کا نام بھی نہ لیتے تھے بلکہ "وہ نبی" کہہ دینا ہی تعارف کے لیے کافی تھا اور ظاہر ہے "وہ نبی" کا مصداق، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں۔ کیونکہ بقول یہود و نصاریٰ عیسٰے علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آیا۔

دو تین درسوں کے بعد پھر انہی الفاظ کا اعادہ ہے۔
(دیکھیے! باب نمبر ۱، درس نمبر ۲۴، ۲۵)

دوسری بشارت

اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرتے

اور میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار (فارقلیط یا پیرکلیوطاس) بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے، یعنی سچائی کی روح، جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی "۔

(یوحنا، باب نمبر ۱۴ درس ۱۵، ۱۶، ۱۷)

اس ابہام کی ذرا تفصیل اور سنیئے۔

"تم سن چکے ہو کہ میں نے تم سے کہا کہ جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں۔ اگر تم مجھ سے محبت رکھتے تو اس بات سے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں خوش ہوتے، کیونکہ باپ مجھ سے بڑا ہے اور اب میں نے اس کے ہونے سے پہلے کہ دیا ہے تاکہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو۔ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا۔ کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں "۔

(یوحنا، باب ۱۴، درس ۲۹، ۳۰، ۳۱)

اس سے اگلے باب کی بھی چند بشارات مسموع فرمائیے:۔

"لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ وہ آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں مجرم ٹھہرائے گا، گناہ کے بارے میں اس لیے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے اور راستبازی کے بارے میں، اس لیے کہ اب میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے اور عدالت کے بارے میں اس لیے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا، لیکن جو کچھ سنے گا، وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا وہ میرا جلال ظاہر کرے گا "۔

(یوحنا، ۱۶، درس ۷ تا ۱۴)

۱۔۔۔ مذکورہ بالا حوالہ جات میں بار بار مددگار، سچائی کی روح وغیرہ کے الفاظ آتے ہیں۔ اس کے عبرانی الفاظ "فارقلیط" ہیں۔ جس کا ترجمہ "احمد" ہے جیسا کہ قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت میں مذکور ہوا ہے اور عیسائیوں نے اس لفظ کو بدل کر اس کا ترجمہ سچائی کی روح، مددگار وغیرہ کر دیا جو صریح تحریف اور اس لفظ کی تبدیلی کے مترادف ہے۔ خود بعض عیسائیوں کو اس کا اعتراف ہے۔ سرسید نے اپنے مقالات میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ (دیکھئے مقالات سرسید احمد)

۲۔۔۔ سب سے اول پیشں گوئی میں الفاظ، دوسرا مددگار کے الفاظ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلے مددگار حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہیں۔ دوسرے مددگار بھی نبی ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مددگار اس لیے کہ علمی دنیا میں جتنا دفاع حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت، ان کی تقدس و پاکیزگی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس تعلیمات کے ذریعے ہوا۔ اتنا دفاع خود عیسائیت بھی نہ کر سکی۔ اناجیل میں صاف طور پر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے نکاح کا ذکر موجود ہے حالانکہ قرآن نے اس نکاح کا ہی انکار کیا اور ان کے تقدس و عفت کا کامل ترین نمونہ پیش کیا۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے مددگار ہیں اور جو کچھ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کو نہیں بتا سکے، وہ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بتایا اور ہر بات کھول کھول کر بیان فرما دی۔

مکاشفۂ عارف یوحنا

"پھر میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید گھوڑا ہے اور اس پر ایک سوار ہے جو سچا اور برحق کہلاتا ہے، وہ راستی کے ساتھ انصاف کرتا ہے اور اس کی آنکھیں آگ کے شعلے ہیں اور اس کے سر پر بہت سے تاج ہیں اور اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ خون کی چھڑکی ہوئی پوشاک پہنے ہوئے ہے اور اس کا کلام، کلام خدا کہلاتا ہے۔ اور آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار سفید اور صاف مہین کتانی کپڑے پہنے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے ہیں اور قوموں کے مارنے کے لیے اس کے منہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے اور وہ لوہے کے عصا سے ان پر حکومت کرے گا، اور قادر مطلق خدا کے سخت غضب کی مے کے حوض میں انگور روندے گا، اور اس کی پوشاک اور اس کی ران پر یہ نام لکھا ہوا ہے، بادشاہوں کا بادشاہ، اور خداوندوں کا خداوند۔

(مکاشفہ عارف یوحنا، باب: درس ۱۱ تا ۱۶)

اس مکاشفہ میں آنحضرت صلی اللہ

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عزیز دانش صاحب - حیدرآباد - سندھ

ترا درسِ اخوت، فکرِ امت ہم نہ بھولیں گے
کبھی احساں ترا اے تاجِ رسالت! ہم نہ بھولیں گے

زن و مال و حکومت کے تحائف تو نے ٹھکرائے
خدا کی راہ میں یہ استقامت ہم نہ بھولیں گے

حرا کی غار، خندق کی صعوبت، بدر کا میداں
تری قربانیاں اے جانِ راحت! ہم نہ بھولیں گے

ترے ساتھی لٹائے جا رہے تھے سرخ شعلوں پر
وہ ساعت یاد ہے ہم کو وہ ساعت ہم نہ بھولیں گے

لہو میں جوش آ جاتا ہے ذکرِ جورِ طائف سے
مگر اے داعیِ حق! تیری شفقت ہم نہ بھولیں گے

مسلح دشمنوں نے تیرے کاشانے کو گھیرا تھا
وہ دہشتناک تیری شامِ ہجرت ہم نہ بھولیں گے

گلستانِ صداقت کو لہو سے سینچنے والے!
ترے فرزندانِ اقدس کی شہادت ہم نہ بھولیں گے

برائی پر بھلائی کی، مظالم پر دعائیں دیں
یہ تیری شانِ تبلیغ و اشاعت ہم نہ بھولیں گے

کھجوروں کی غذا، خاشاک کا گھر، ٹاٹ کا بستر
یہ تیرا اسوۂ صبر و قناعت ہم نہ بھولیں گے

سہیں گے زحمتِ زنداں، چڑھیں گے دار پر لیکن
تجھے اے صاحبِ ختمِ نبوت! ہم نہ بھولیں گے

زمانے کی ہر اک شے کو بھلا دیں گے مگر دانش
رسول اللہ کے فرمان و سنت ہم نہ بھولیں گے

خاتم الانبیا کی اخلاقی تعلیم

از قلم : سید عبدالسلام چترالی - ایم اے فاضل عربی یونیورسٹی اورنٹیل کالج لاہور

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

امام الانبیاء خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے قبل کفرزار عالم کی ضلالتوں اور تاریکیوں کو مٹاکر توحید وصداقت کی روشنی پھیلانے کے لیے باختلاف اقوال ایک لاکھ چوبیس ہزار یا ایک لاکھ چبیس ہزار انبیاء ورسل نبوت کے آسمان ہدایت کے آفتاب وماہتاب بنکر دنیا میں جلوہ افروز ہوتے رہے۔ لیکن آج سے چودہ سو سال قبل اس عالم کو ایک ایسے رسول سے نوازا گیا جس کی بابت اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ - الآیہ

قوم کو اس نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان وحی ترجمان نے جو پیغام سنایا وہ اپنی جامعیت اور انسانی زندگی کے دینی و دنیوی، تمدنی، معاشرتی، علمی، عملی اور اخلاقی، غرضیکہ ہر شعبہ کے لیے ہدایت ہونے کی وجہ سے اکمل ترین پیغام تھا، وہ ایک مہر درخشان نبوت تھا جو فاران کی بلند ترین چوٹیوں سے طلوع ہوا، اور اپنی ضیابار کرنوں سے ظلمت کدۂ عالم کا چپہ چپہ نورانی بناتا گیا جس طرح طلوع شمس کے بعد چاند تاروں کی روشنی ماند پڑجاتی ہے اور ان کی ضیا بے حقیقت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح آفتاب نبوت کے تمام ادیان سابقہ پر خط تنسیخ پھر گیا، اور دنیا کفر وشرک میں جو نور جویا تھی اور توراۃ و انجیل کی قدیم بشارتوں کی بناء پر فاران سے ظہور پذیر ہونے والی حسین تجلی کا شدت کے ساتھ انتظار کررہی تھی۔ اس آفتاب رسالت کے طلوع ہوتے ہی یک لخت چونک اٹھی۔

آپ سب انبیاء ورسل کے آخر میں مبعوث ہوئے مگر سب سے اعلیٰ وافضل اور تمام انبیاء ورسل سے برتر واشرف تھے آپ نے بطور تحدیث نعمت کے فرمایا :-

انا سید ولد آدم ولا فخر ۔

ترجمہ :- میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں، اور اسمیں کوئی فخر نہیں ۔

ذیل کے مختصر مضمون میں صرف آپ کے وہ خصائل شریفہ اور اخلاق حسنہ ذکر کیے جاتے ہیں جو آپ کے افضل الانبیاء سید کائنات ہونے کے بین دلائل قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

آپ انتہائی حلیم اور بردبار تھے، عورتوں کی دادرسی، خادموں اور غلاموں سے حسن سلوک، ہمسایہ کے ساتھ ہمدردی، عامۃ المسلمین سے خیرخواہی کا مادہ آپ میں خصوصیت کے ساتھ ودیعت کیا گیا تھا، آپ نے کبھی کسی غلام یا خادم کو نہیں مارا کبھی کسی پر سختی نہیں فرمائی۔ کتب احادیث میں متعدد روایات سے ثابت ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات کے متعلق کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا۔ وفاداری، سچائی، دیانت داری نیک چلنی، غرباء نوازی، انصاف پسندی بدرجۂ اتم ان کی طبیعت میں موجود تھی۔ ہر شخص سے اس کے فہم واستعداد کے مطابق گفتگو فرماتے، بچوں سے بے حد شفقت فرماتے، عفت، جود اور کرم کے مجسمہ تھے۔

نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ

فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم

غرضیکہ جتنی خوبیاں ایک انسان میں ہونی چاہئیں اور جس قدر ممکن ہیں وہ سب آپ کے اندر بدرجہ اکمل موجود تھیں ۔

حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس زندگی کے تمام حالات روح کو سرور اور دل کو فریفتہ کرنے والے ہیں اور وہ حالات صرف کسی ایسی ہستی سے وابستہ ہوسکتے ہیں جس کو قدرت نے دنیا کی رہنمائی اور نوع انسانی کی پیشوائی کے لیے انتخاب فرمائے ۔ آپ کی تعلیمات اور ارشادات مبارکہ اس قدر ہیں کہ

لا تعد ولا تحصیٰ

سے سفینہ چاہیے اس بحر بے کراں کے لیے"

لیکن اس جگہ صرف آپؐ کے اخلاق اور رحم و شفقت کے متعلق چند واقعات عرض کرتا ہوں۔

میں نے سب کو معاف کر دیا

اہل مکہ جنہوں نے تیرہ سال تک آپؐ کو اور آپؐ کی پیروی کرنے والوں کو سخت ایذائیں دی تھیں، عبادت کرتے ہوئے آپؐ پر غلاظتیں پھینکیں۔ ہر قسم کی گستاخیاں کیں، آپؐ کے رفیقوں پر طرح طرح کے ظلم و ستم کیے۔ آپؐ کو وطن سے بے وطن کر دیا۔ جب مکہ فتح ہوا تو وہ لوگ آپؐ کے سامنے لائے گئے۔ اس وقت ان کو کامل یقین تھا کہ آج ہماری تمام بداعمالیوں، بدسلوکیوں، شرارتوں اور ظلم و ستم کا پورا پورا بدلہ لیا جائے گا۔ مگر آپؐ نے ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا تم کیا سمجھتے ہو کہ اب میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟

سب نے گردنیں جھکا کر دبی زبان سے عرض کیا آپؐ رحم فرمائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! اے اہل مکہ میں تم سے کوئی بدلہ لینا نہیں چاہتا۔ جاؤ تم سب لوگ آزاد ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے۔

قیدیوں سے حسن سلوک

ایک دفعہ مخالفین کی ایک جماعت جنہوں نے مسلمانوں کو سخت ایذائیں دی تھیں، قید ہو کر مدینہ میں آئی ان کی مشکیں باندھ کر ایک خیمہ میں ڈال دیا گیا۔ آپؐ رات کے وقت اس خیمہ کے قریب ہی عبادت میں مشغول تھے۔ یکایک ان کے کراہنے کی آواز آئی۔ آپؐ ان کے پاس گئے اور دریافت کیا کہ کیا تکلیف ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہماری مشکیں سخت بندھی ہوئی ہیں۔ آپؐ نے اسی وقت سب کی مشکیں کھلوا دیں اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان لوگوں کے ساتھ مہربانی اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ۔

اگر آپؐ کو کسی کی بات بری معلوم ہوتی تھی تو آپؐ بخیال دل شکنی اس کا نام نہ لیتے بلکہ یوں فرما دیتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسا کرتے ہیں۔ اسی طرح جو لفظ آپؐ کو برا معلوم ہوتا تو صراحتاً نہ فرماتے بلکہ اشارۃً کہتے۔

ایک دن ایک دیہاتی آپؐ کے پاس حاضر ہوا اور آپکی چادر کو جو موٹے کناروں والی تھی، اس زور سے جھٹکا دیا کہ چادر کے کنارے کی رگڑ سے گردن مبارک پر نشان پڑ گئے۔ ساتھ ہی یہ کہنا شروع کیا کہ اے محمدؐ! خدا کا مال جو تمہارے پاس ہے وہ تمہارا نہیں ہے۔ اس میں سے ایک اونٹ بوجھ اٹھانے والا مجھے دو۔ آپؐ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ مال بے شک خدا کا ہے اور یہ کہہ کر حکم دیا کہ اس کو ایک اونٹ دے دیا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ نماز فجر سے فارغ ہو کر اپنے ہر رفیق کا حال دریافت فرماتے اور ہر ایک کے ساتھ مناسب سلوک فرماتے تھے۔ آپؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کا ادب نہ کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر وقت اپنی نگاہ نیچی رکھتے، کسی کا عیب دیکھنے یا معلوم کرنے کی کوشش نہ فرماتے تھے۔ اگر اتفاقاً معلوم بھی ہو جاتا تو چشم پوشی فرماتے۔

نبئ رحمت

ایک دفعہ جب کہ ایک مخالف کے پتھر سے آپؐ کے دانت مبارک شہید ہو گئے اور رخساروں سے خون بہنے لگا تو اس خون کو آپؐ پونچھنے لگے اور فرمایا کہ اگر ایک قطرہ بھی میرے خون کا زمین پر گرا تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر عذاب نازل فرمائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقائے کرامؓ نے درخواست کی کہ ان بدبختوں کے حق میں بددعا فرمایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، میرے عزیز از جان رفیقو! میں اس عالم میں زحمت بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ رحمۃ اللعالمین بن کر آیا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حضور دست دعا بلند فرمائے اور عرض کی کہ یا اللہ میری اس قوم کو ہدایت عطا فرما کیونکہ یہ حقیقت سے ناواقف ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ جس انسان کے دل میں نرمی نہیں اس کے دل میں نیکی نہیں آ سکتی۔

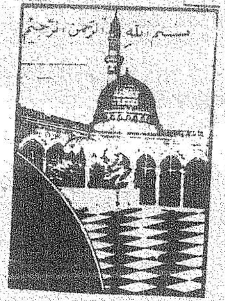
اللہ تعالیٰ نرمی والا ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے۔ اپنے نرم دل بندوں کو ان کی نرمی پر جن مہربانیوں سے سرفراز فرماتا ہے، اور سخت دل لوگ ہمیشہ محروم رہتے ہیں۔

کرو مہربانی تم اہل زمین پر

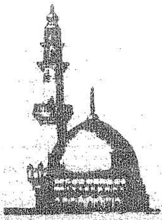
ایک موقعہ پر جب کہ آپؐ سے کسی نے دریافت کیا کہ مذہب کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا خوش اخلاقی۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باعتبار ایمان کون افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جو اخلاق میں سب سے افضل ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔ ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن کی تاریکی میں ڈالے گا۔

اللہ رب العزت کو سب سے زیادہ پیارا وہ بندہ ہے جس کا اخلاق بہترین ہو۔

آپؐ کا ارشاد گرامی ہے:-



معلمِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی درسگاہ



مرتب: صاحبزادہ محمد اجمل

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ اپنی ظاہری اور باطنی وسعتوں اور پہنائیوں کے اعتبار سے ایک ایسی سیرت ہے جو کسی فردِ واحد کے لیے نہیں بلکہ تمام کائنات کے انسانوں کے لیے ایک قابلِ تقلید نمونہ اور دستورِ حیات ہے۔ مؤرخِ اسلام علامہ شبلیؒ نے لکھا ہے:۔

چمنستانِ دہر میں بارہا روح پرور بہاریں آ چکی ہیں۔ چرخِ نادرہ کار نے کبھی کبھی بزمِ عالم اس سر و سامان سے سجائی ہے کہ نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئی ہیں۔

لیکن آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں پیرِ کہن سال دہر نے کروڑوں برس صرف کر دیے۔ سیارگانِ فلک اسی دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے۔ چرخِ کہن مدت ہائے دراز سے اسی صبحِ جاں نواز کے لیے لیل و نہار کی کروٹیں بدل رہا تھا۔ کارکنانِ قضا و قدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدّت طرازیاں، ماہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں، ابر و باد کی تر دستیاں، عالمِ قدس کے انفاسِ پاک، توحیدِ ابراہیم، جمالِ یوسف، معجز طرازیٔ موسیٰؑ، جاں نوازیٔ مسیحؑ سب اسی لیے تھے کہ یہ متاع ہائے گراں ارز شاہنشاہِ کونینؐ کے دربار میں کام آئیں گے۔ آج کی صبح وہی صبحِ جاں نواز، وہی ساعتِ ہمایوں، وہی دورِ فرخ فال ہے۔ اربابِ سیر اپنے محدود پیرایۂ بیان میں لکھتے ہیں کہ آج کی رات ایوانِ کسریٰ کے ۱۴ کنگرے گر گئے۔ آتش کدۂ فارس بجھ گیا، دریائے سادہ خشک ہو گیا۔ لیکن سچ یہ ہے کہ ایوانِ کسریٰ نہیں بلکہ شانِ عجم، شوکتِ روم، اوجِ چین کے قصرہائے فلک بوس گر پڑے، آتشِ فارس نہیں بلکہ جحیمِ شر، آتش کدۂ کفر، آذر کدہ گمرہی سرد ہو کر رہ گئے۔ صنم خانوں میں خاک اُڑنے لگی۔ بُت کدے خاک میں مل گئے۔ شیرازۂ مجوسیت بکھر گیا۔ نصرانیت کے اوراقِ خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے۔

توحید کا غلغلہ اٹھا، چمنستانِ سعادت میں بہار آ گئی، آفتابِ ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں، اخلاقِ انسانی کا آئینہ پرتوِ قدس سے چمک اٹھا۔

یعنی یتیمِ عبداللہ، جگر گوشۂ آمنہؓ، شاہِ حرمؐ، حکمرانِ عربؐ، فرمانروائے عالمؐ، شہنشاہِ کونینؐ

شمسۂ نُہ مسندِ ہفت اختراں — ختمِ رسل، خاتمِ پیغمبراں
احمدِ مرسل کہ خرد خاکِ اوست — ہر دو جہاں بستۂ فتراکِ اوست
اُمّی و گویا بزبانِ فصیح — از الفِ آدم و میمِ مسیح
رستہ ترنج است کہ در روزگار — پیش دہد میوہ پس آرد بہار

عالمِ قدس سے عالمِ امکان میں تشریف فرمائے عزت و اجلال ہوا۔ اللّٰھم صلّ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم۔

(سیرۃ النبی جلد اوّل۔ شبلی نعمانی)

مولانا سید سلیمان ندویؒ درسگاہ نبویؐ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

درسگاہ محمدی کے طالب علموں کو دیکھئے ان میں ایک طرف اصحمہ حبش کا نجاشی بادشاہ، فروہ معان کا رئیس، ذوالکلاع رضؓ حمیر کا رئیس، عامر بن شہر قبیلہ ہمدان کا رئیس، فیروز دیلمی اور مرکبود یمن کے رئیس، عبید و جعفر عمان کے رئیس، دوسری طرف بلالؓ، یاسرؓ، صہیبؓ، خبابؓ، عمارؓ، اور ابوفکیہہؓ جیسے غلام اور سمیہؓ، لبینہؓ، زنیرہؓ، نہدیہؓ اور ام عبیسؓ کی سی لونڈیاں ہیں غور سے دیکھو امیر و غریب شاہ و گدا، آقا و غلام دونوں ایک صف میں کھڑے ہیں۔

ایک طرف عقلائے روزگار اسرار فطرت کے محرم، دنیا کے جہانبان اور ملکوں کے فرمانروا اس درسگاہ سے تعلیم پاکر نکلے ہیں، ابوبکر صدیقؓ ہیں، عمر فاروقؓ ہیں، عثمان غنیؓ ہیں، علی مرتضیٰؓ ہیں، معاویہ بن ابی سفیانؓ ہیں جنہوں نے مشرق سے مغرب تک، افریقہ سے ہندوستان کی سرحد تک فرمانروائی کی اور ایسی فرمانروائی جو دنیا کے بڑے سے بڑے شہنشاہ اور حکمران کی سیاست و تدبیر اور نظم و نسق کے کارناموں کو منسوخ کر دیتی ہے ان کے عدل و انصاف کے فیصلے ایرانی دستور اور رومی قانون کو بے اثر کر دیتے ہیں۔ اور دنیا کی سیاسی و انتظامی تاریخ میں وہ درجہ حاصل کر لیتے ہیں جن کی مثال نہیں پیش کی جا سکتی۔

دوسری طرف خالد بن ولیدؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، ابو عبیدہؓ بن جراحؓ، عمرو بن العاصؓ پیدا ہوتے ہیں جو مشرق و مغرب کے وہ ظالم و گنہگار اور انسانیت کے بے لعنت سلطنتوں کا چند سال میں تختہ الٹ دیتے ہیں اور دنیا کے وہ فاتح اعظم اور سپہ سالار اکبر ثابت ہوتے ہیں جن کے فاتحانہ کارناموں کی دھاک آج بھی دنیا میں بیٹھی ہوئی ہے۔ سعدؓ نے عراق و ایران کا تاج شاہی اتار کر اسلام کے قدموں پر ڈال دیا۔ خالد اور ابوعبیدہؓ نے رومیوں کو شام سے نکال کر ابراہیمؑ کی موعودہ زمین کی امانت مسلمانوں کے سپرد کر دی۔ عمرو بن العاصؓ نے فرعون کی سرزمین وادیٔ نیل رومی شہنشاہی کے ہاتھوں سے زبردستی چھین لی۔ عبداللہ بن زبیرؓ اور ابن ابی سرحؓ نے افریقہ کا میدان دشمنوں سے جیت لیا۔ یہ وہ مشہور فاتح اور سپہ سالار ہیں جن کی قابلیتوں کو زمانہ نے تسلیم کیا ہے اور تاریخ نے ان کی بزرگی کی شہادت دی ہے۔

تیسری طرف باذانؓ بن ساسان (یمن) خالدؓ بن سعید (صنعاء)، مہاجر بن امیہؓ (کندہ) زیاد بن لبید (حضرموت)، عمرو بن حزم (نجران) یزیدؓ بن سفیان (تیماء) علاءؓ بن حضرمی (بحرین) وغیرہ بیسیوں وہ صحابہؓ ہیں جنہوں نے صوبوں اور شہروں کی کامیاب حکومت کی اور خلق خدا کو آرام پہنچایا۔

چوتھی طرف علماء اور فقہاء کی صف ہے۔ عمر بن خطابؓ علیؓ بن ابی طالب، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عمرؓ، ابن العاص، حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہؓ، ابی بن کعبؓ، معاذ بن جبلؓ، زید بن ثابتؓ ابن زبیرؓ وغیرہ ہیں جنہوں نے اسلام کے فقہ و قانون کی بنیاد ڈالی۔ اور دنیا کے مقننین میں انہوں نے خاص درجہ پایا۔

پانچویں صف عام ارباب روایت و تاریخ کی ہے۔ مثلاً حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت انس بن مالکؓ حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت براء بن عازبؓ وغیرہ سینکڑوں صحابہؓ ہیں جو احکام و وقائع کے ناقل اور راوی ہیں۔

چھٹی جماعت ان ستر صحابہ (اہل صفہ) کی ہے جن کے پاس سر رکھنے کے لیے مسجد نبوی کے چبوترہ کے سوا کوئی جگہ نہ تھی۔ بدن پر کپڑوں کے سوا دنیا میں ان کی کوئی ملکیت نہ تھی۔ وہ دن کو جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور ان کو بیچ کر خود کھاتے، کچھ خدا کی راہ میں دیتے، اور راتیں طاعت و عبادت میں بسر کرتے تھے۔

ساتواں رخ دیکھو۔ ابوذرؓ ہیں جن کے مانند آسمان کے نیچے ان سے زیادہ حق گو کوئی پیدا نہیں ہوا۔ ان کے نزدیک آج کا کھانا کل کے لیے اٹھا رکھنا بھی شان توکل کے خلاف تھا۔ ان کو دربار رسالتؐ نے مسیح الاسلام کا خطاب عنایت کیا تھا۔ سلمان فارسیؓ ہیں جو زہد و تقویٰ کی تصویر ہیں، عبداللہ بن عمرؓ ہیں جنہوں نے تیس برس کامل طاعت و عبادت میں گزارے۔ اور جب ان کے سامنے خلافت پیش ہوئی تو فرمایا کہ اگر اس میں مسلمانوں کا ایک قطرہ بھی خون گرے تو مجھے منظور نہیں۔ مصعب بن عمیرؓ ہیں جو اسلام سے پہلے قاقم و حریر کے کپڑے پہنتے اور ناز و نعمت میں پلے تھے اور جب

اسلام لائے تو ٹاٹ اوڑھتے تھے اور پیوند لگے کپڑے پہنتے تھے اور جب شہادت پائی تو کفن کے لیے پورا کپڑا تک نہ ملا۔ پاؤں پر گھاس ڈال کر دفن ہوئے۔ عثمانؓ بن مظعون ہیں، جو اسلام کے پہلے صوفی کہلاتے ہیں۔ محمد بن مسلمہؓ ہیں جو فتنہ کے زمانے میں کہتے تھے کہ اگر کوئی مسلمان تلوار لے کر میرے حجرے میں میرے قتل کرنے کو داخل ہو جائے تو میں اس پر وار نہ کروں گا۔ ابو درداءؓ ہیں جن کی راتیں نمازوں میں اور دن روزوں میں گزرتے تھے۔

ایک اور طرف دیکھو۔ یہ بہادر کارپردازوں اور عرب کے مدبرین کی جماعت ہے اس میں طلحہؓ ہیں، زبیرؓ ہیں، مغیرہؓ ہیں، مقدادؓ ہیں، سعد بن معاذؓ ہیں، سعدؓ بن عبادہ ہیں، سیدؓ بن خضیر ہیں، اسعدؓ بن زرارہ ہیں، عبدالرحمٰنؓ بن عوفؓ ہیں۔

کاروباری دنیا میں تو دیکھو تو مکہ کے تاجر اور بیوپاری اور مدینہ کے کاشتکار اور کسان بھی ہیں اور عبدالرحمٰن ابن عوفؓ اور سعد بن زبیرؓ جیسے دولتمند بھی ہیں۔

ایک جماعت حق کے شہیدوں اور بے گناہ مقتولوں کی ہے۔ جنہوں نے خدا کی راہ میں اپنی عزیز جانیں قربان کیں مگر حق کا ساتھ چھوڑنے پر راضی نہ ہوئے۔ حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر سے فرزند ہالہ تلواروں سے قیمہ کیے گئے۔ سمیہؓ حضرت عمارؓ کی والدہ ابوجہل کی برچھی کھا کر ہلاک ہوئیں۔ حضرت یاسرؓ کفار کے ہاتھ سے اذیت اٹھاتے اٹھاتے مر گئے۔ حضرت خبیبؓ نے سولی پر جان دی۔ حضرت زیدؓ نے تلوار کے سامنے گردن جھکائی، حرام بن ملحان اور ان کے انہتر رفقاءؓ نے بیر معونہ پر عصیہ، رعل اور ذکوان کے قبائل کے ہاتھوں بے کسی کے ساتھ جام شہادت پیا، واقعہ رجیع میں حضرت عاصمؓ اور ان کے ساتھ رفیقوں کے بدن بنو لحیان کے سو تیر اندازوں کے تیروں سے چھلنی ہوئے۔ سنہ ۷ھ میں ابن ابی العوجاءؓ کے ۴۹ ساتھی قبیلہ بنو سلیم کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ حضرت کعب بن عمر غفاری مع اپنے ساتھیوں کے ذات اطلاح کے میدان میں شہید ہوئے۔ دنیا کے ایک مشہور مذہب کو صرف ایک سُولی پر ناز ہے لیکن دیکھو کہ اسلام میں کتنی سولیاں، کتنے مذبح اور کتنے مقتل ہیں؟

۲- کتنی بدنصیبی ہو گی اگر ہم اس آفتاب و ماہتاب کی روشنی میں کما حقہ فائدہ نہ اٹھائیں اور ایثار و ہمدردی کی اس مشعل کو رہنما نہ بنا سکیں وما توفیقی الا باللہ

بقیہ: خاتم الانبیاءؐ کی اخلاقی تعلیم

"المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ"

ترجمہ:۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ اور مومن وہ ہے جس سے سب کی جان و مال کو امن ہو۔

اسلام میں وہی لوگ داخل ہیں جو نرمی سے بات کرتے ہیں اور تمام ایمان والوں میں افضل ترین وہ ہیں جن کی عادتیں نیک ہیں۔

رحمتِ عالم اقوامِ عالم کی نظر میں

دنیا کی ہر زبان اور مختلف اقوام کے اہل قلم نے آپؐ کی حیاتِ مقدسہ پر قلم اٹھایا اور ان خصوصیات کو جن کی وجہ سے آپؐ عالم کائنات میں افضل و اعلیٰ ہیں ذکر کیے بغیر نہ رہ سکے (ان کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے)۔

مسٹر آرتھر یورپ کے عالی دماغ مورخ، اپنی مایۂ ناز کتاب "ہسٹری آف اسلام" میں لکھتے ہیں کہ "محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اخلاق نہایت اعلیٰ تھے۔ ان کی سادگی، ان کی پرہیزگاری کا تمام محققین کو اعتراف ہے۔ وہ نہایت رحم دل پیغمبر تھے۔"

مسٹر لین پول، یورپ کا نامور محقق اپنی کتاب "اسپیچز آف محمدؐ" میں لکھتا ہے کہ "آپؐ نہایت با اخلاق اور رحم دل ریفارمر تھے۔ آپؐ کی بے ریا خدا پرستی اور عظیم فیاضی مستحق تعریف ہے۔ بے شک آپؐ ایک مقدس پیغمبر تھے۔"

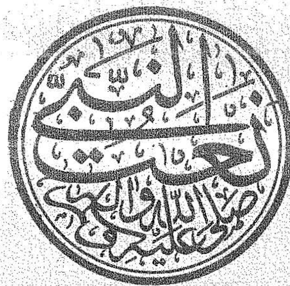
مشہور مورخ مسٹر گبن کا ریمارک ہے کہ "ہر انصاف پسند شخص یقین کرنے پر مجبور ہے کہ محمدؐ کی تبلیغ و ہدایت خالص سچائی پر مبنی تھی، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک پاکباز اور مقدس بزرگ تھے۔"

مسٹر ٹامس کارلائل اپنی کتاب "ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ" میں رقمطراز ہیں کہ "صاف شفاف پاکیزہ روح رکھنے والا محمدؐ دنیوی ہوا و ہوس سے بالکل بے لوث تھا اس کے خیالات نہایت متبرک اور اس کے اخلاق نہایت اعلیٰ تھے۔"

کاونٹ ٹالسٹائی روسی محقق اپنی تصنیف "پرین آف اسلام" میں لکھتے ہیں کہ "حضرت محمدؐ ایک اولو العزم اور مقدس ریفارمر تھے وہ دنیا میں مصلح اعظم بن کر آئے۔ بلاشک وہ سچے پیغمبر، نہایت متواضع خلیق اور صاحب بصیرت تھے۔"

ہندوستان کے بھی بہت سے منصف مزاج مصنفین نے جن میں سکھ، ہندو، پارسی وغیرہ شامل ہیں آپ کی سوانح حیات پر قلم اٹھایا ہے۔ جس سے آپ کی ہر دلعزیزی، صداقت اور بہترین اخلاق کا

[illegible]



خوشا وہ دل جو مدینے سے بے قرار آئے
زہے وہ آنکھ جو طیبہ سے اشکبار آئے

چلے جو عشقِ شہِ دوسرا کی موجِ نسیم
تو دل کے اُجڑے ہوئے باغ میں بہار آئے

وہ سر ہے جس میں جنوں ہو تری محبّت کا
وہ دل ہے جس کو ترا درد سازگار آئے

خیالِ سرورِ کونین ہو سدا دل میں
وہ یاد یاد نہیں جو کبھی کبھار آئے

وہی رسولِ خدا تو مرے پیمبر ہیں
کہ جن کو امّتِ عاصی پہ اپنی پیار آئے

جو اشکبار ہوئے روضۂ محمّد پر
وہ اپنی ملگجی فردِ عمل نکھار آئے

کبھی تو خواب میں دیدارِ مصطفےٰ ہو نصیب
کبھی تو کام مرے دل کی یہ پکار آئے

وہ بارگاہِ حبیبِ خدا ہے اے عابد
جہاں سے ہو کے بری ہر گناہگار آئے



رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقنّن کی حیثیت سے

عنایت اللہ وارثی

آنچہ مے گوئی کہ آں بہتر ز حُسن
یار من ایں دارد و آں نیز ہم

قانون کی اصل غرض و غایت معاشرے میں امن و امان کا قیام اور ہر شخص کے ہر جائز حق کی حفظ و نگہداشت ہے پہلے حصّہ کا زیادہ تعلق ضابطہ فوجداری سے اور دوسرے کا دیوانی سے ہے۔ اسے عدلیہ اور انتظامیہ کے دو شعبوں پر بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے ـــــ ہر وہ قانون جو اس غرض کو پورا کرے گا اور جس قدر زیادہ اچھی صورت میں پورا کرے گا اسی قدر وہ قانون قابلِ اعتماد، زیادہ قابلِ تعریف، زیادہ مقبول اور زیادہ مفید ہوگا اور پھر اس قانون کو پیش کرنے والا بھی اسی قدر زیادہ محسنِ انسانیت اور زیادہ سے زیادہ تحسین و آفرین کا مستحق ٹھہرے گا۔

محسنِ عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس شخصیت کو ایک مقنّن کی حیثیت سے دیکھنے کے لیے آپ کے پیش کردہ قانون اور قانون کے نتائج کو دیکھنا بالعموم ضروری ہے اور بالخصوص ان گہری بنیادوں پر بھی غور کرنا ضروری ہوگا جو ان مشہور اور عام فہم نتائج اور تاریخی حقائق کے نہایت لطیف، دُور رس فطری وجوہ و اسالیب اور محرکات ہیں۔ جن وجوہ و اسالیب اور محرکات نے اس قانون کو قابلِ عمل، سہل القبول اور مقبولِ عام بنایا کیونکہ کوئی قانون بہتر سے بہتر کیوں نہ ہو جب تک اس پر عمل نہ ہو بے کار محض ہوتا ہے، اور اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اسلامی قانون کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ یہ رواج و نفاذ کی خود ایک زندہ قوت اور تحریک ہے۔

جہاں تک قانون کی ترتیب کا تعلق ہے یہ قانون خالقِ کائنات کا بنایا ہوا ہے۔ مخلوق کے کسی فرد کا اس میں دخل نہیں۔ خلیفۃ اللہ حضرت آدمؑ سے چل کر آج تک ہر پیغمبر نے یہی وضاحت کی ہے۔ خدا ہی کی حاکمیت منوایا ہے اور خدا ہی کا قانون پیش کیا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ
بِاِذْنِ اللّٰہِ (سورۂ نساء رکوع ۹)

ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اسی لیے بھیجا ہے کہ اذنِ خداوندی کی بنا پر اس کی اطاعت کی جائے۔

۱۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت اور دنیا کے سیاسی حکمرانوں کی حکومت میں یہی سب سے بڑا مابہ الامتیاز ہے جہاں سیاسی حکمرانوں نے عوام کو اپنے زیرِ فرمان رکھنے اور انہیں اپنی غلامی کا طوق پہنانے کی کوشش کی ہے وہاں انبیاءؑ کی مقدس جماعت نے عوام کو اپنے ہم جنس بندوں کی غلامی سے نجات دے کر خدا کا بندہ بنانے کی مہم چلائی ہے۔ جس کی بندگی اور غلامی سے کسی کو عار و استنکار نہیں ہو سکتا۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۙ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (آل عمران)

کسی انسان کا یہ کام نہیں کہ اللہ تو اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے بجائے تم میرے بندے بن جاؤ۔ وہ تو یہی کہے گا کہ سچے اللہ والے بنو جیسا کہ اس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے جسے تم پڑھتے اور پڑھاتے ہو وہ تم سے ہرگز یہ نہ کہے گا کہ فرشتوں یا پیغمبروں کو اپنا رب بنا لو کیا ممکن ہے کہ ایک نبی تمہیں کفر کا حکم دے جبکہ تم مسلم ہو۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ (نساء - ۲۲)

مسیح اس بات کو عار نہیں سمجھے گا کہ وہ اللہ کا ایک بندہ ہو اور نہ مقرب ترین فرشتے اس کو عار سمجھتے ہیں۔

اس مقدس دعوت میں یہ نفسیاتی تحریک بنیادی حیثیت سے شامل ہے کہ وہ انسان جو اپنے ہم جنسوں کی غلامی میں زندگی بسر کرنا قطعاً پسند نہیں کرتا اسے خدا کے ترتیب دیئے ہوئے ایک ایسے قانون کی سرپرستی کا آرام دہ سایہ نصیب ہو گیا جو لم یلد ولم یولد کا بنایا ہوا ہے جس میں کسی کی طرفداری کا شائبہ تک نہیں۔ قانون بنانے والے سے اپنی رعایا کی زندگی کا کوئی گوشہ پوشیدہ نہیں، کوئی تقاضا نظر سے اوجھل نہیں، کسی تقاضے کا پورا کرنا اسے مشکل نہیں۔

قانونی پابندی کی مشکل کا حل

قانون کوئی بھی ہو، آخر پابندی کا تقاضا کرتا ہے اور پابندی بہرحال ایک ناگوار حقیقت ہے۔ لیکن خدا کی بارگاہ، وہ بارگاہ یا پناہ گاہ ہے جہاں اللہ کے بندوں نے یہی التجا پیش کی ہے کہ تیری بے نیاز مشفقانہ تادیب میں بھی ہماری بھلائی ہی بھلائی ہے۔ بار الٰہا! ہم کو اپنے جنسوں کے رحم و کرم پر نہ چھوڑ!

مسلط مکن چو منے پر سرم
ز دست تو بہ گر عقوبت برم
بہ گیتی نہ باشد بتر زین بدے
جفا بردن از دستِ ہمچون خودے

علامہ اقبال مرحوم فرماتے ہیں:-

آدم از بے خردے بندگیٔ آدم کرد
گوہرے داشت ولے نذر قباد و جم کرد
یعنی از خوئے غلامی ز سگاں خوار تر است
من ندیدم کہ سگے پیش سگے سر خم کرد

اس کے مقابلہ میں خدا کی وہ بندگی اور خدا کے قانون کی وہ پابندی جو اس کا بندہ رضاکارانہ قبول کرتا ہے اور جس پابندی میں قبول و اذعان کی فطری کشش موجود ہوتی ہے وہ دل تنگی کا سامان نہیں ہوتی بلکہ عین راحت ہوتی ہے اور سکون و اطمینان کا سامان بن جاتی ہے یہاں تک کہ اس کا گرفتار، گرفتاری پر نہیں، آزادی ضائع کیے ہوئے وقت پر پچھتاتا ہے۔

نالہ از بہر رہائی نکند مرغِ اسیر
خورد افسوسِ زمانے کہ گرفتار نبود

مسلمان کی آزادی کے معنی یہی ہیں کہ اسے اس پابندی سے روکنے والی کوئی قوت راہ میں حائل نہ رہ جائے۔

خلاص حافظ از آن زلف تابدار مباد — کہ بستگان کمند تو رستگار انند

دیگر بے شمار ایسے فطری محرکات میں سے جو رسول مقبول کے پیش کردہ قانون کی پابندی از خود قبول کرنے کے لیے انسان کو آمادہ کرتے ہیں۔ ایک یہ مذکورہ عقیدہ ہے کہ یہ خالق کائنات کا قانون ہے اسے قبول کرنے میں کسی ننگ و عار کا شائبہ تک نہیں بلکہ اس کی پابندی، وہ پابندی ہے جو ہر غلامی سے آزاد کر دیتی ہے۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

۲۔ دوسری امتیازی خوبی اس میں یہ ہے کہ دنیا کے تمام نئے اور پرانے قوانین کے مقابلہ میں اس قانون کا پیش کرنے والا (صلی اللہ علیہ وسلم) خود بھی اپنے پیش کردہ قانون کا بالکل اسی طرح پابند ہے جس طرح ایک عام شہری، بلکہ پہلا پابند خود ہے اور بعد میں یہ پابندی کسی دوسرے پر پہنچتی ہے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ (بقرہ - ۲۸۵)

رسول اس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی ہے اور جو لوگ اس رسول کو ماننے والے ہیں، انھوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کر لیا ہے، یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں۔

اسلامی آئین اور عوامی تحریک

عوام کے لیے اس قانون کو قبول کرنے میں یہ صورت حال ایک ایسی فطری تحریک اور بوئے جنسیت کی ایسی نفسیاتی تسکین کا سامان بن جاتی ہے کہ ہر خاص و عام اس خوش گوار پابندی کے لیے مجبور نہیں بے تاب ہو جاتا ہے۔

بائبل کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لاوی خاندان (نسلِ ہارون علیہ السلام) کو کس قدر قانونی تحفظات حاصل تھے بلکہ بے شمار مراعات ملی ہوئی تھیں جن میں عوام کا کوئی حصہ نہ تھا۔ سوختنی قربانی صرف اسی خاندان کا حق تھا۔ دنیا کا سب سے بڑا مقنن "منو"، جس نے ہندو جاتی کے لیے سمرتی ترتیب دی۔ اسے پڑھ کر دیکھیے کہ اس نے پہلے نسل آدم کو چار ورنوں (طبقوں) برہمن، کشتری، ویش اور شودر پر تقسیم کر کے ایک نہ ختم ہونے والی بے انصافی کی پائیدار بنیاد رکھ دی اور ہر طبقہ کے علیحدہ علیحدہ حقوق و فرائض مقرر کیے۔ سب سے اونچے طبقہ برہمن کو

قدم قدم پر تحفظات اور مراعات سے نوازا۔ افلاطون کے فلسفہ تک دیکھ جاؤ، طبقاتی امتیازات قدم قدم پر نظر آئیں گے۔

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیش کردہ قانون کے اجراء و نفاذ میں جو طریق عمل اختیار فرمایا وہ یہ ہے کہ قانون کے سامنے ہر چھوٹا بڑا یکساں تھا۔ یہاں تک کہ خود اپنی ذات بھی مستثنےٰ نہ تھی۔ بلکہ انا اول المسلمین کہہ کر آپؐ نے اپنے آپ کو سب سے پہلا قانون کا پابند عملاً ثابت کر دیا اور قانون کے احترام کی بے نظیر مثال قائم کر دی۔

قبیلہ مخزوم کی ایک عورت چوری کے جرم میں گرفتار ہوتی ہے۔ حضرت اسامہؓ بن زیدؓ جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت محبت رکھتے تھے، لوگوں نے ان کو سفارشی بنا کر خدمتِ نبویؐ میں بھیجا۔ آپؐ نے فرمایا، اسامہؓ! کیا تم حدودِ خداوندی میں سفارش کرتے ہو، پھر آپ نے لوگوں کو جمع کر کے خطاب فرمایا "تم سے پہلی اُمتیں اسی لیے تباہ و برباد ہو گئیں کہ جب معزز آدمی کوئی جُرم کرتا تو تسامح کرتے اور معمولی آدمی مجرم ہوتے تو سزا پاتے۔ خدا کی قسم اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہؓ چوری کرتی تو اس کے بھی ہاتھ کاٹے جاتے"!

مرض الموت میں آپؐ نے مجمع عام میں اعلان فرمایا کہ میرے ذمہ اگر کسی شخص کا کچھ قرضہ آتا ہو یا کسی کی جان و مال و آبرو کو کوئی صدمہ پہنچا ہو تو میری جان و مال و آبرو حاضر ہے۔ ایک صحابیؓ نے کہا کہ جنگِ بدر کے موقع پر صفیں سیدھی کراتے ہوئے آپؐ نے مجھے تیر کی لکڑی سے چوکا دیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا بدلہ لے سکتے ہو! اسؓ نے کہا اس وقت میرا بدن ننگا تھا۔ آپؐ نے کرتہ اُتار دیا لیکن صحابیؓ مُہرِ نبوت کو بوسہ دے کر عذر خواہ ہوا اور پیچھے ہٹ گیا۔

اسی فطری تعلیم اور عملی تربیت کا نتیجہ تھا کہ آنحضرتؐ کے جانشین جو اس نظامِ حکومت میں قوم کے سربراہ بنتے رہے۔ اپنی ماتحت عدالتوں اور اپنے مقرر کیے ہوئے ججوں کے سامنے مدعا علیہ کی حیثیت سے اپنے مدعیوں اور مستغیثوں کے برابر مجرموں کے کٹہروں میں کھڑے ہوتے رہے تاریخ کے صفحات اس قسم کے واقعات سے پُر ہیں۔

قانون بھی خالق کائنات کا بنایا ہوا اور اس کے اجراء و نفاذ کا یہ امتیازی طرزِ عمل، اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ اسی دور میں دنیا نے وہ امن و اطمینان حاصل کیا، جس کی نظیر انسانی تاریخ میں کسی دوسری جگہ نہیں ملتی۔

۳۔ تیسری امتیازی خوبی اس قانون اور مقنن میں یہ ہے کہ اس نے ایک معین روزِ جزا کا عقیدہ دیا جس دن تمام پوشیدہ سے پوشیدہ جرائم کھل کر سامنے آجائیں گے اور دنیا میں ایک دوسرے کو دیئے ہوئے سارے دھوکے مغالطے نکل جائیں گے۔ اس عقیدے کو واضح کرنے میں رسولِ مقبولؐ کے طرزِ عمل کا ایک واقعہ کافی ہے۔

اُمِ سلمیٰؓ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ آپؐ نے اپنے حجرہ کے دروازہ کے قریب لوگوں کو جھگڑتے سنا تو آپؐ باہر تشریف لے آئے اور فرمایا:۔

إنما أنا بشر وانه يأتيني الخصم فلعل بعضهم ألحن بحجته من بعض فأحسبه انه صادق فقضيته بحق مسلم فانما هي قطعة من النار فليحملها او يذرها۔

میرے پاس مقدمہ آتا ہے مدعی اپنی چرب زبانی سے دعویٰ ثابت کر دیتا ہے۔ حالانکہ حق دوسری جانب ہوتا ہے، میں اس بیان کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ نافذ کرتا ہوں، مگر وہ یہ سمجھے کہ ایک مسلمان کا مال ناجائز طریقے سے لینا آگ کو لینا ہے، اب وہ آزاد ہے اسے قبول کرے یا چھوڑ دے۔

روزِ جزا کی جواب دہی کا ذمہ دارانہ تصور اس سے زیادہ کیا دلایا جا سکتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن کے فیصلے کے سامنے اپنے فیصلے کو بھی بے حقیقت قرار دے دیا۔ یہ واقعہ ایک طرف آپ کی بے نفسی کی انتہا ہے اور دوسری طرف قانونِ الٰہی کی پابندی کا وہ ہمہ گیر اثر پیدا کرتا ہے جس سے زیادہ اثر پیدا کرنا ممکن نہیں۔ قرآن مجید کے الفاظ میں سنیئے:۔

ما كنت بدعا من الرسل وما ادري ما يفعل بي ولا بكم۔

میں انوکھا رسول نہیں ہوں، میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا!

آپ کے اس طرزِ عمل نے اسلام قبول کرنے والوں کے ضمیر کو اس حد تک بیدار کر دیا اور آخرت کے عقیدے نے یہ بیداری اس مقام تک پہنچا دی کہ لوگ قانون کی پابندی ہی میں دنیوی اور اُخروی راحت یقین کرنے لگے ہر مرد و عورت نے اس پابندی ہی کو ذریعہ نجات یقین کر لیا اور یہ یقین معاشرتی اور معاشی زندگی کے اطمینان اور امن کا مستقل سرمایہ بن گیا۔ اس سلسلہ میں ذیل کے دو واقعات بطور شہادت کافی ہوں گے۔

بریدہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا۔ ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ "مجھے پاک کر دیجئے"، آپ نے فرمایا "تیرا بُرا ہو لوٹ جا اور اللہ کے حضور توبہ و استغفار کر لے"! راوی کہتا ہے وہ تھوڑی دور تک واپس گئے پھر لوٹ آئے اور پھر یہی کہا" اے اللہ کے رسولؐ مجھے پاک

کر دیجئے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی جواب دیا، تین بار ایسا ہی ہوا۔ چوتھی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں تجھے کس چیز سے پاک کر دوں؟ وہ بولے زنا سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے یہ شخص پاگل تو نہیں؟ آپ کو بتایا گیا کہ وہ پاگل نہیں ہے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کیا اس نے شراب پی رکھی ہے؟ ایک شخص کے اٹھ کر ماعزؓ کے منہ کی بو سونگھی تو اسے شراب کی بُو نہیں ملی۔ آپؐ نے پھر ان سے پوچھا کیا تم نے زنا کیا ہے؟ انہوں نے کہا "ہاں" اس پر آپؐ نے حکم صادر فرمایا اور ان کو سنگسار کر دیا گیا۔

اس واقعہ کو دو تین دن گذرے ہوں گے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپؐ نے فرمایا "ماعز بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مغفرت کی دعا کرو اس نے ایسی توبہ کی ہے جو اگر ایک پوری قوم کے درمیان تقسیم کر دی جائے تو ان سب کے لیے کافی ہو۔"

پھر آپؐ کے پاس قبیلہ ازد کے بطن غامد کی ایک عورتؓ آئی اور اس نے کہا "اے اللہ کے رسولؐ مجھے پاک کر دیجئے!" آپؐ نے فرمایا "تیرا بُرا ہو لوٹ جا، اور اللہ کے حضور توبہ و استغفار کر لے۔" وہ بولی، "آپ مجھے ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرح لوٹانا چاہتے ہیں؟ یہ زنا سے قرار پایا ہوا حمل ہے؟" آپؐ نے فرمایا کیا تو زنا سے حاملہ ہے؟ اس نے کہا "ہاں" آپؐ نے فرمایا "وضع حمل تک انتظار کر۔" راوی کہتا ہے کہ پھر آپؐ نے اس عورت کو بچہ جننے تک کے عرصہ کے لیے ایک انصاری کی نگرانی میں دے دیا۔ کچھ عرصہ بعد اس انصاری نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر اطلاع دی کہ غامدی عورت بچہ جن چکی ہے۔ آپؐ نے فرمایا "مگر ہم ایسا نہیں کریں گے کہ اسے سنگسار کر دیں اور اس کے شیر خوار بچہ کو اکیلا چھوڑ دیں، کوئی اسے دودھ پلانے والا نہ ہو۔" آپؐ نے اس سے کہا کہ "لوٹ جا اسے دودھ پلا، جب دودھ چھڑا لینا تب آنا۔ جب وہ دودھ چھڑا چکی تو بچہ کو لے کر آپؐ کے پاس آئی۔ بچہ کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا۔ اس نے آپؐ سے کہا رسولِ خدا میں نے اس دودھ چھڑا دیا ہے اور اب یہ کھانا کھانے لگا ہے۔ آپؐ نے بچہ کو کسی مسلمان کے حوالے کر دیا اور اس عورت کے رجم کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ اسے سینہ تک زمین میں گاڑ کر سنگسار کرا دیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک پتھر مارا جس سے خون کے چھینٹے اڑ کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر پڑے۔ انہوں نے عورت کو بُرے الفاظ سے یاد کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "خالدؓ ذرا سنبھل کر، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے جو اگر ناجائز چنگی وصول کرنے والا بھی کرتا تو اسے بخش دیا جاتا۔" پھر آپؐ نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی اور اسے دفن کرایا۔

(مسلم۔ نسائی)

اگر کسی قانون اور مقنن کی خوبی و کامیابی کا تعلق قانون کے قابلِ عمل ہونے اور عوام کے دل میں قانون کا احترام موجود ہونے سے ہے، تو اس لحاظ سے نہ اس قانون کی مثال دنیا میں ملے گی اور نہ ایسے مقنن کی۔ ایک مرد اور ایک عورت دو مجرم آپ کے سامنے ہیں۔ یہ مجرم اپنے انجام سے ناواقف قطعاً نہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ان کا صرف اقرارِ جرم نہیں۔ ہر ایک کا اصرار ہے کہ "اے اللہ کے رسولؐ مجھے پاک کیجئے۔" کیا یہ اصرار اس مقدس جذبہ اور اس قوت محرکہ کے وجود کی زندہ شہادت نہیں۔ جس جذبے اور قوت کی حفاظت میں مجرم بطیبِ خاطر جان دے دینا ضروری سمجھتا ہے لیکن قانون کے احترام میں سرِ مو فرق آنا پسند نہیں کرتا۔ مقننؐ (شارع) رحم و عفو کے سارے جذبات کے باوجود حد جاری کرتا ہے اور مجرم اس شان سے قبول کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ پھر یاد کیجئے کہ کوئی اچھے سے اچھا قانون اس وقت تک مفید نہیں ہو سکتا جب تک اس کا احترام نہ ہو۔ کیا دنیا میں کسی قانون کے احترام کی ایسی مثال موجود ہے؟ اور کوئی ایسا مقنن تاریخ انسانی میں نظر آتا ہے؟

اس قانون کی غرض اور اس مقننِ اعظم کا مقصد صرف قیامِ امن ہے اس سلسلہ میں صرف ایک گذارش کافی ہو گی۔

عدلیہ حقوق و فرائض کا فیصلہ کرتی ہے۔ قانون کے اس شعبہ کا تعلق معاشرے کے ساتھ بالواسطہ ہے البتہ انتظامیہ کا تعلق انسانی معاشرے کے امن و امان سے بلاواسطہ اور قریب تر ہوتا ہے ضابطہ فوجداری کی آخری دفعہ درجہ ائمہ میں سب سے بڑا جرم قتل ہے جس میں انتقام در انتقام کا سلسلہ تمام معاشرے کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک آگ لگا سکتا ہے اور لگا دیتا ہے۔ دنیا کے ہر قانون نے اس جرم کی سزا موت رکھی ہوئی ہے ہمارے ہاں مروجہ قانون میں فوجداری جرائم میں نہایت کم درجہ جرائم سے اوپر کوئی جرم بھی قابلِ راضی نامہ نہیں۔ فوجداری میں مدعی حکومت ہوتی ہے۔ فوجداری عدالتیں فریقین میں راضی نامہ کرانے کی مجاز نہیں۔ سوائے اس کے کوئی صورت نہیں ہوتی کہ فریقین آپس میں راضی ہو کر غلط بیانات دیں شہادت تبدیل کریں اور عدالت کو مجرم کی بریت کے لیے گنجائش

پیدا ہو جائے۔ لیکن اسلام نے فوجداری کے آخری جرم قتل میں بھی راضی نامے کی گنجائش رکھی ہوئی ہے۔ مقتول کے ورثاء کو اختیار ہے کہ قصاص میں دیت وصول کریں یا معاف کر دیں۔

فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ

اگر کسی قاتل کے ساتھ اس کا بھائی کچھ نرمی کرنے کے لیے تیار ہو تو معروف طریقے کے مطابق عمل ہونا چاہیئے۔

مجرم کو مقتول کے ورثاء کے سپرد کر دینے میں ایک طرف یہ فائدہ ہے کہ ارادۂ قتل کرنے والا مجرم اپنا مستقبل خوب سوچ سکتا ہے اور ایسے خطرناک اور ظالمانہ فعل سے پہلے اسے سو بار سوچنا پڑے گا۔ دوسرے ورثاء معافی کا اختیار استعمال کر کے قتل در قتل کے انتظامی سلسلہ سے معاشرے کو بچا سکتے ہیں اور خود بچ سکتے ہیں۔ قانون کی اصل غرض و غایت جو قیام امن ہے معاشرے کو صرف اسی ایک صورت میں کامیاب ہو سکتی ہے۔

آدمیت احترام آدمی

اسلامی قانون اور اسلام، مقنن کی سب سے بڑی امتیازی شان یہ ہے کہ اس نے انسانی جان کے احترام کا وہ معیار قائم کیا ہے جس کی مثال دنیا کے کسی قانون میں نہیں ملتی۔ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ ...... بنیادی قانون کا اعلان کر کے "خون شاہ رنگین تر از معمار نیست" کا یقین دلایا اور پھر فرمایا۔ کہ ایک قتل ناحق ساری دنیا کو قتل کر دینے کے برابر ہے۔

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا

جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔

مومن کو ہتھیار سے اشارہ کرنا بھی انسان کو جہنمی بنا دیتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے کعبہ کو مخاطب کر کے مجمع عام میں فرمایا:

مَا اطيبك وَاطيب ريحك - مَا اعظمك واعظم حرمتك وَالذى نفس محمد بيده لحرمة المؤمن اعظم عند الله حرمة منك ماله ودمه وان يظن به خيراً (بخاری)

تو کیسا سرسبز و شاداب ہے اور تیری خوشبو کیسی خوش ہے تو کیسا عظیم ہے اور تیری امت کس قدر بلند ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے یقیناً مومن کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے بڑھ کر عظیم ہے۔ اسی طرح اس کا مال اور اس کا خون، ضروری ہے کہ نیک ظن رکھا جائے۔

آپ کے اس ارشاد نے انسانی جان کے اتلاف کا وہ خاص چور دروازہ بھی ہمیشہ کے لیے قطعاً بند کر دیا جو عقیدت کے پردوں کے پیچھے انسانی زندگی کے بہ نیک دید دور میں برابر کھلا رہا ہے اور لوگ اپنے اپنے زعم کے مطابق مقدس مقامات پر دشمن تو رہے ایک طرف اپنے فرزندوں تک کو ذبح کرتے رہے ہیں اور لعنت و نفرین کے بجائے اس درندگی پر تحسین و آفرین کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ ہیں ـــــ

دنیا کے ہر قانون میں قانون کے تحت انتظامیہ کے کارکن کسی قتل کے الزام میں ایک شخص کو گرفتار کر کے عدالت میں پیش کر دیتے ہیں عدالت اسے اس الزام سے بری قرار دے دیتی ہے۔ اس کے بعد انتظامیہ نے کبھی اصل قاتل کو تلاش نہیں کیا۔ کیا مقتول بھی اس فیصلہ کے بعد زندہ ہو گیا اور قتل، قتل نہیں رہا؟؟ ـــــ اسلام کا قانون ایسے ناقص انصاف کا قائل نہیں۔ یہاں مجرم خود پیش ہوتا ہے اور پھر سب سے آخری عدالت کا فیصلہ اور فیصلے کا آخری دن بہرحال باقی ہے یہ وہ نظام ہے جو ان فطری حقائق کی بنیاد پر قائم ہوا ہے اور قائم رہنا اس کے لیے مقدر ہو چکا ہے۔

ہزاروں ہزار درود و سلام ہوں اس محسنِ انسانیت کی مقدس ذات پر جس نے انسانی جان کی حفاظت اور امن و امان کے قیام کے لیے صرف ایک بے مثال قانون ہی پیش نہیں کیا بلکہ اس مثالی قانون کے اجراء و نفاذ کے سلسلہ میں وہ وہ سہولتیں پیدا کیں، تحریکیں اٹھائیں اور اپنی پاک زندگی کے ایسے ایسے عملی نمونے پیش کیے جن سے یہ قانون خود بخود نفاذ و اجراء کی ایک فعّال قوت بن گیا۔ ماننے والوں نے مجبور ہو کر نہیں مانا بلکہ مقنن کی موجودگی اور رہنمائی ہی میں اپنے نہ ماننے پر متاسف ہوئے اور دورِ انکار پر پچھتائے۔

اے لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ آج کے بعد میں اور تم اس اجتماع میں کبھی دوبارہ جمع نہیں ہوں گے۔

اس ارشاد سے اجتماع کی غرض وغایت بے نقاب ہو کر سب کے سامنے آ گئی اور جس شخص نے بھی یہ ارشاد مبارک سُنا تڑپ کر رہ گیا۔ اب اصل پیغام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:۔

"اے لوگو! تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہارا ننگ و ناموس، اسی طرح ایک دوسرے پر حرام ہے۔ جس طرح یہ دن (جمعہ) یہ مہینہ (ذی الحج) اور یہ شہر (مکہ مکرمہ) تم سب کے لیے قابلِ حرمت ہے۔"

اسی نکتے پر مزید زور دے کر ارشاد فرمایا:۔

"اے لوگو! آخر تمہیں بارگاہِ ایزدی میں پیش ہونا ہے، وہاں تمہارے اعمال کی باز پرس کی جائے گی۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا، کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنا شروع کر دو۔"

رسول پاکؐ کی یہ دردمندانہ وصیت زبانِ پاک سے نکلی اور تیر کی طرح دلوں کو چھید گئی۔ اب اُن نفاق انگیز شگافوں کی طرف توجہ دلائی۔ جن کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ تھا یعنی یہ کہ اقتدارِ اسلام کے بعد غریب اور پس ماندہ گروہوں پر ظلم کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں فرمایا:۔

"اے لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اپنے اللہ سے ڈرتے رہنا۔ تم نے نامِ خدا کی ذمہ داری سے انہیں زوجیت میں قبول کیا ہے اور اللہ کا نام لے کر اُن کا جسم اپنے لیے حلال بنایا ہے۔ عورتوں پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ غیر کو تمہارے بستر پر نہ آنے دیں، اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں ایسی مار مارو جو نمایاں نہ ہو، اور عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ انہیں بافراغت کھانا کھلاؤ اور بافراغت کپڑا پہناؤ۔"

اسی سلسلے میں فرمایا:۔

"اے لوگو! تمہارے غلام، تمہارے غلام۔ جو خود کھاؤ گے، وہی انہیں کھلانا جو خود پہنو گے وہی انہیں پہنانا۔"

عرب میں فساد و خونریزی کے بڑے بڑے موجبات دو تھے، ادائے سُود کے مطالبات اور مقتولوں کے انتقام۔ ایک شخص دوسرے شخص سے اپنے قدیم خاندانی سود کا مطالبہ کرتا تھا اور یہی جھگڑا طویل کر خون کا دریا بن جاتا تھا۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کو قتل کر دیتا۔ اس سے نسلاً بعد نسلٍ قتل و انتقام کے سلسلے جاری ہو جاتے تھے۔ رسول اللہؐ انہیں دونوں اسبابِ فساد کو باطل فرماتے ہیں۔

"اے لوگو! آج میں جاہلیت کے تمام قواعد و رسوم کو اپنے قدموں سے پامال کرتا ہوں۔ میں جاہلیت کے قتلوں کے جھگڑے ملیامیٹ کرتا ہوں اور سب سے پہلے خود اپنے خاندانی مقتول ربیعہ بن حارثؓ کے خون سے، جسے ہذیل نے قتل کیا تھا، دست بردار ہوتا ہوں۔ میں زمانۂ جاہلیت کے تمام سودی مطالبات قرار دیتا ہوں اور سب سے پہلے خود اپنے خاندانی سود   عباس بن عبدالمطلب کے سود سے دست بردار ہوتا ہوں۔"

سود اور خون کے قرض معاف کر دینے کے بعد فردِ عدالتِ نفاق کی طرف متوجہ ہوئے اور ورثہ، نسب، مقروضیت اور ضمانت کے تنازعات کے متعلق فرمایا:۔

"اب اللہ تعالیٰ نے ہر ایک حق دار کا حق مقرر کر دیا ہے لہٰذا کسی کو وارثوں کے حق میں وصیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بچہ جس کے بستر پر پیدا ہو اُس کو دیا جائے اور زناکاروں کے لیے پتھر ہے اور اُن کی جواب دہی اللہ پر ہے۔ جو لڑکا، باپ کے سوا، کسی دوسرے نسب کا دعوےٰ کرے اور غلام اپنے مولا کے سوا کسی طرف اپنی نسبت کرے ان پر خدا کی لعنت ہے۔ عورت شوہر کے بلا اجازت اس کا مال صرف نہ کرے۔ قرض ادا کئے جائیں، عاریت واپس کی جائے، عطیات لوٹائے جائیں اور ضامن تاوان ادا کرنے کا ذمہ دار ہے۔"

اہلِ عرب کے نزاع اور اسبابِ نزاع کا فیصلہ ہو چکا، تو اس بین الاقوامی تفریق کی طرف توجہ فرمائی جو صدیوں کے بعد عرب و عجم یا گورے اور کالے کے نام سے پیدا ہونے والی تھی۔ ارشاد فرمایا:۔

"ہاں اے لوگو! تم سب کا خدا بھی ایک ہی ہے اور تم سب کا باپ بھی ایک ہے لہٰذا کسی عربی کو عجمی پر، کسی سُرخ کو سیاہ پر، کسی سیاہ کو سُرخ پر کوئی پیدائشی برتری یا امتیاز حاصل نہیں ہو گا۔ ہاں افضل وہی ہے جو پرہیز گاری میں ہو۔ ہر مسلمان دوسرے کا بھائی

ہے اور تمام مسلمان ایک برادری ہیں۔"

اتحادِ اسلام کی مستقل اساس کی طرف راہنمائی فرمائی :۔

"اے لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھا تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے وہ چیز اللہ کی کتاب قرآن ہے۔"

اتحادِ امت کے عملی پروگرام کی طرف راہنمائی فرمائی :۔

"اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور نہ میرے بعد کوئی نئی امت ہے۔ پس تم سب اپنے اللہ کی عبادت کرو، نماز پنجگانہ کی پابندی کرو، رمضان کے روزے رکھو، خوش دلی سے اپنے مالوں کی زکوٰۃ نکالو، اللہ کے گھر کا حج کرو، حکامِ امت کے احکام مانو اور اپنے اللہ کی جنت میں جگہ حاصل کر لو۔"

آخر میں فرمایا :۔

وانتم تسئلون عنی فما انتم قائلون

ایک دن اللہ تعالیٰ تم لوگوں سے میرے متعلق گواہی طلب کریگا تم اس وقت کیا جواب دوگے ؟

اس پر مجمع عام سے پُر جوش صدائیں بلند ہوئیں :۔

انک قد بلغت — اے اللہ کے رسولؐ! آپ نے تمام احکام پہنچا دیے۔

وادیت — اے اللہ کے رسولؐ! آپ نے فرضِ رسالت ادا کر دیا۔

ونصحت — اے اللہ کے رسولؐ! آپ نے کھرے کھوٹے کو الگ کر دیا۔

اس وقت حضور سرورِ عالم کی انگشتِ شہادت آسمان کی طرف اٹھی۔ ایک دفعہ آسمان کی طرف انگلی اٹھاتے تھے اور دوسری دفعہ مجمع کی طرف اشارہ فرماتے تھے اور کہتے جاتے تھے :۔

اللھم اشھد — اے اللہ! خلقِ خدا کی گواہی سن لے۔

اللھم اشھد — اے اللہ! مخلوقِ خدا اعتراف سن لے۔

اللھم اشھد — اے اللہ! گواہ ہو جا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا :۔

"جو لوگ موجود ہیں، وہ اُن لوگوں تک جو یہاں موجود نہیں ہیں میری ہدایات پہنچاتے چلے جائیں، ممکن ہے کہ آج کے بعض سامعین سے زیادہ پیامِ تبلیغ کے سننے والے اس کلام کی محافظت کریں۔"

تکمیلِ دین و اتمامِ نعمت :۔ خطبۂ حج سے فارغ ہوئے تو جبریل امین تکمیلِ دین اور اتمامِ نعمت کا تاج لے آئے اور یہ آیت نازل ہوئی :۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ — آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔

اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ — تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی۔ اور

رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۔ دینِ اسلام پر اپنی رضامندی کی مہر لگا دی۔

سرکارِ دو عالم نے جب لاکھوں کے اجتماع میں اتمامِ نعمت اور تکمیلِ دینِ فطرت کا یہ آخری اعلان فرمایا تو آپ کی سواری کا سامان ایک دو روپے سے زیادہ قیمت کا نہ تھا۔ اختتامِ خطبہ کے بعد حضرت بلالؓ نے اذان بلند کی اور حضورؐ نے ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھائی۔ یہاں سے ناقہ پر سوار ہو کر موقف میں تشریف لائے اور دیر تک بارگاہِ الٰہی میں کھڑے دعائیں کرتے رہے۔ جب غروبِ آفتاب کے قریب ناقہ نبویؐ ہجومِ خلائق میں سے گزری تو آپ کے خادم اسامہ بن زید آپ کے ساتھ سوار تھے اور کثرتِ ہجوم کے باعث لوگوں میں اضطراب سا پیدا ہو رہا تھا۔ اس وقت حضورؐ ناقہ کی مہار کھینچے جاتے تھے، اور زبانِ پاک سے ارشاد فرماتے جاتے تھے :۔

السکینۃ ایھا الناس — لوگو! سکون کے ساتھ

السکینۃ ایھا الناس — لوگو! آرام کے ساتھ

مزدلفہ میں نمازِ مغرب ادا کی اور سواریوں کو آرام کے لیے کھول دیا گیا۔ پھر نمازِ عشا کے بعد لیٹ گئے اور صبح تک آرام فرماتے رہے۔ محدثین لکھتے ہیں کہ عمر بھر میں یہی ایک شب ہے جس میں آپ نے نمازِ تہجد ادا نہیں فرمائی۔ دس ذی الحجہ کو ہفتہ کے روز جمرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت آپ کے چچیرے بھائی فضل بن عباس آپ کے ساتھ سوار تھے۔ ناقہ قدم بہ قدم جا رہی تھی، چاروں طرف ہجوم تھا۔ لوگ مسائل پوچھتے تھے اور آپ جواب دیتے تھے۔ جمرہ کے پاس ابن عباس نے کنکریاں چن کر دیں تو آپ نے انہیں پھینکا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا :۔

"اے لوگو! مذہب میں غلو کرنے سے بچے رہنا۔ تم سے پہلی قومیں اسی سے برباد ہوئی ہیں۔"

تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد فراقِ اُمت کے جذبات تازہ ہو جاتے تھے۔ آپ اس وقت ارشاد فرماتے تھے :۔

"اِس وقت حج کے مسائل سیکھ لو، میں نہیں جانتا کہ شاید اس کے بعد مجھے دوسرے حج کی نوبت آئے۔"

میدانِ منیٰ اور غدیرِ خم کے خطبات :۔ یہاں سے منیٰ کے میدان میں تشریف لائے، ناقہ پر سوار تھے۔ حضرت بلالؓ مہار تھامے کھڑے تھے۔ اسامہ بن زید پیچھے بیٹھے کپڑا تان کر سایہ کیے ہوئے تھے۔ آگے پیچھے اور دائیں بائیں، مہاجرین، انصار، قریش اور قبائل کی صفیں دریا کی طرح رواں تھیں اور ان میں ناقہ نبویؐ کشتیٔ نوح کی طرح ستارۂ نجات بن رہی تھی اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ باغبانِ ازل نے قرآنِ کریم کے انوارِ صدق و اخلاص کی جو نئی دنیا بسائی تھی اب وہ شگفتہ و شاداب ہو چکی ہے حضورؐ نے اسی دورِ جدید کی یاد تازہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :۔

"آج زمانے کی گردش دنیا کو پھر اسی نقطۂ فطرت پر لے آئی جب کہ

اللہ تعالٰی نے تخلیقِ ارض و سما کی ابتدا کی تھی۔"

پھر ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب کی حرمت کا اعلان کرتے ہوئے مجمع کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا :-

پیغمبرِ انسانیت :- آج کون سا دن ہے ؟

مسلمان :- اللہ اور رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔

پیغمبرِ انسانیت :- (طویل خاموشی کے بعد) کیا آج قربانی کا دن ہے ؟

مسلمان :- بے شک! قربانی کا دن ہے۔

پیغمبرِ انسانیت :- یہ کونسا مہینہ ہے ؟

مسلمان :- اللہ اور رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔

پیغمبرِ انسانیت :- (طویل خاموشی کے بعد) کیا یہ بلدۃ الحرام نہیں ہے ؟

مسلمان :- بے شک یہ بلدۃ الحرام ہے۔

اس کے بعد فرمایا :-

"مسلمانو! تمہارا خون، تمہارا مال، تمہاری آبرو، اسی طرح محترم ہیں جس طرح یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر محترم ہیں۔ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔ اے لوگو! تمہیں اللہ کے دربار میں حاضر ہونا ہے۔ وہ تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس کرے گا۔ اگر کسی نے جرم کیا تو وہ خود اپنے جرم کا ذمہ دار ہوگا۔ باپ بیٹے کے جرم کا ذمہ دار نہیں اور بیٹا باپ کے جرم کا ذمہ دار نہیں۔ اب شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ تمہارے اس شہر میں کبھی اس کی پرستش کی جائے گی۔ ہاں تم چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس کی پیروی کرو گے تو وہ ضرور خوش ہوگا۔ اے لوگو! توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ہی جنت کا داخلہ ہے۔ میں نے تمہیں حق کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اب موجود لوگ یہ پیغام ان لوگوں تک پہنچاتے رہیں، جو بعد میں آئیں گے۔"

یہاں سے قربان گاہ میں تشریف لائے اور ۶۳، اونٹ خود ذبح فرمائے اور ۳۷ کو حضرت علیؓ سے ذبح کرایا اور ان کا گوشت اور پوست سب خیرات کر دیا۔ پھر عبداللہ بن معمر کو طلب کر کے سر کے بال اتروائے اور یہ موئے مبارک تبرکاً تقسیم ہو گئے۔ یہاں سے اٹھ کر خانہ کعبہ کا طواف فرمایا اور زمزم پی کر منیٰ میں واپس تشریف لے گئے اور بارہ ذوالحجہ تک وہیں اقامت فرما رہے۔ ۱۳ کو خانہ کعبہ کا آخری طواف کیا اور انصار و مہاجرین کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ جب غدیرِ خم میں پہنچے تو صحابہ کو جمع کر کے ارشاد فرمایا :-

"اے لوگو! میں بھی بشر ہوں، ممکن ہے اللہ کا بلاوا اب جلد آ جائے اور مجھے قبول کرنا پڑے۔ میں تمہارے لیے دو امر ثقل قائم کر چلا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور روشنی جمع ہے۔ اسے مضبوطی اور استواری کے ساتھ پکڑ لو۔ دوسرا امر کہ میرے اہلِ بیت ہیں۔ میں اپنے اہلِ بیت کے بارہ میں تمہیں خدا ترسی کی وصیت کرتا ہوں۔"

گویا یہ اجتماعِ امت کے لیے اہل و عیال کے حقوق و احترام کی وصیت تھی تاکہ وہ کسی بحث میں الجھ کر حضورؐ کے مختصر سے خاندان کے ساتھ بے لحاظی کا سلوک نہ کریں۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر رات ذوالحلیفہ میں ٹھہرے۔ اور دوسرے دن مدینہ منورہ میں داخل ہو گئے۔ محفوظ، مامون حمد کرتے ہوئے اور شکر بجا لاتے ہوئے۔

ملکِ بقا کی تیاری :- حضور سرورِ عالمؐ مدینہ منورہ میں پہنچ کر فسبح بحمد ربک واستغفرہ

کی تعمیل میں مصروف ہو چکے تھے۔ بارگاہِ ایزدی کی حاضری کا شوق، روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ صبح و شام معبودِ حقیقی کے ذکر و یاد کی طلب تھی اور بس۔

رمضان المبارک میں ہمیشہ دس روز کا اعتکاف فرماتے تھے سنہ ۱۰ھ میں بیس روز کا اعتکاف فرمایا۔ ایک دن حضرت فاطمہ بتولؓ تشریف لائیں تو ان سے فرمایا، پیاری بیٹی اب مجھے اپنی رحلت قریب معلوم ہوتی ہے انہیں ایام میں شہدائے احد کی تکلیف، بے بسی کی شہادت اور مردانہ وار قربانیوں کا خیال آیا تو گنج شہیداں میں تشریف لے گئے اور بڑے درد و گداز سے ان کے لیے دعائیں کیں، نمازِ جنازہ پڑھی اور انہیں اس طرح الوداع کہی جس طرح ایک بزرگ شفیق، اپنے کم سن بچوں سے پیار کرتا ہے اور پھر انہیں الوداع کہتا ہے۔ یہاں سے واپس آئے تو منبرِ نبوی پر جلوہ طراز ہوئے اور ارباب صدق و صفا سے نہایت دردمندانہ لہجہ میں مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا :-

"دوستو! اب میں تم سے آگے منزلِ آخرت کی طرف چلا جا رہا ہوں تاکہ بارگاہِ ایزدی میں تمہاری شہادت دوں۔ واللہ مجھے یہاں سے وہ اپنا حوض نظر آ رہا ہے جس کی وسعت ایلہ سے جحفہ تک ہے۔ مجھے تمام دنیا کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔ اب مجھے یہ خوف نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے، البتہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ کہیں دنیا میں مبتلا نہ ہو جاؤ، اور اس کے لیے آپس میں کشت و خون نہ کرو، اس وقت تم اسی طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح پہلی قومیں ہلاک ہوئیں۔"

کچھ دیر کے بعد قلبِ صافی میں حضرت زید بن حارثؓ کی یاد تازہ ہو گئی۔ انہیں حدودِ شام کے عربوں نے شہید کر دیا تھا۔ ارشاد فرمایا۔ "اسامہ بن زید فوج لے کر جائیں اور اپنے والد کا انتقام لیں۔"

ان ایام میں خیالِ مبارک زیادہ تر گزرتے ہوئے نیاز مندوں ہی کی طرف

مائل بصحت رہتا تھا، ایک رات آسودگانِ بقیع کا خیال آگیا۔ یہ عام مسلمانوں کا قبرستان تھا۔ جوشِ محبت سے آدھی رات اٹھ کر وہاں تشریف لے گئے اور عام انہوں کے لیے بڑے سوز سے دعا فرماتے رہے۔ پھر یہاں کے روحانی دوستوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔ انا بکم لاحقون۔ میں اب جلد تمہارے ساتھ شامل ہو رہا ہوں۔

ایک دن مسجدِ نبوی میں پھر مسلمانوں کو یاد فرمایا، اجتماع ہو گیا تو ارشاد فرمایا:۔
مسلمانو! مرحبا اللہ تعالیٰ تم سب پر اپنی نعمتیں نازل فرمائے۔ تمہاری دل شکستگی دُور فرمائے۔ تمہاری اعانت و دستگیری فرمائے تمہیں رزق اور برکت مرحمت فرمائے، تمہیں عزت و رفعت سے سرفراز فرمائے، تمہیں دولتِ امن و عافیت سے شادکام فرمائے۔ میں اس وقت تمہیں صرف خوفِ خدا و اتقا کی وصیت کرتا ہوں۔ اب اللہ تعالیٰ ہی تمہارا وارث اور خلیفہ ہے اور میری تم سے اپیل اسی کے خوف کے لیے ہے۔ اس لیے کہ میرا منصب نذیرِ مبین ہے۔ دیکھنا، اللہ کی بستیوں اور بندوں میں تکبر اور برتری اختیار نہ کرنا۔ یہ حکمِ ربانی ہر وقت تمہارے ملحوظِ خاطر رہنا چاہیے:۔

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝
یہ آخرت کا گھر ہے۔ ہم یہ ان لوگوں کو دیتے ہیں جو زمین میں غرور اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے۔ آخرت کی کامرانی پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

پھر فرمایا:۔ اَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ۔ کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ دوزخ نہیں ہے؟ آخری الفاظ یہ ارشاد فرمائے۔ سلام تم سب پر، اور ان سب لوگوں پر جو واسطۂ اسلام سے میری بیعت میں داخل ہوں گے۔"

علالت کی ابتدا:۔ ۲۹ صفر بروز دوشنبہ ایک جنازے سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں سر کے درد سے علالت کا آغاز ہو گیا۔ حضرت ابو سعید خدری فرماتے تھے کہ سرکارِ دو جہاں کے سرِ مبارک پر رومال بندھا تھا۔ میں نے ہاتھ لگایا۔ یہ اس قدر جل رہا تھا کہ ہاتھ کو برداشت نہ ہوتی تھی۔ دوشنبہ تک اشتدادِ مرض نے مرضِ اقدس پر زیادہ غالب پا لیا۔ اس واسطے ازواجِ مطہرات نے اجازت دے دی کہ اب حضور کا مستقل قیام حضرت عائشہ صدیقہ رض کے ہاں کر دیا جائے۔ اس وقت مزاجِ اقدس پر ضعف، اس قدر طاری تھا کہ خود قدموں سے چل کر حجرۂ عائشہ تک تشریف نہیں لے جا سکے۔ حضرت علی رض اور حضرت عباس رض نے رسولِ کردگار کے دونوں بازو تھامے اور بڑی مشکل سے حجرۂ عائشہ رض میں تشریف لائے۔ حضرت صدیقہ رض فرماتی ہیں کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی بیمار ہوتے تھے۔ یہ دعا اپنے ہاتھوں پر دم کر کے جسمِ مبارک پر ہاتھ پھیر لیتے تھے۔

اِذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا ۝
اے مالکِ انسانیت! خطرات دور فرما دے۔ اے شفا دینے والے تو شفا عطا فرما دے، شفا وہی ہے جو تو عنایت کرے وہ صحت عطا کر کہ کوئی تکلیف باقی نہ رہے۔

اس مرتبہ میں نے یہ دعا پڑھی اور نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر دم کر کے یہ چاہا کہ جسمِ اطہر پر مبارک ہاتھ پھیر دوں، مگر حضور نے ہاتھ پیچھے ہٹا لیے اور ارشاد فرمایا:۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَاَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ الْاَعْلٰى
اے اللہ! معاف، اور اپنی رفاقت عطا فرما دے۔

وفات سے پانچ روز پہلے:۔ وفاتِ اقدس سے پانچ روز پہلے (چہار شنبہ) پتھر کے ایک ٹب میں بیٹھ گئے اور سرِ مبارک پر پانی کی سات مشکیں ڈلوائیں۔ اس سے مزاجِ اقدس میں خنکی اور تسکین سی پیدا ہو گئی۔ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا:۔ مسلمانو! تم سے پہلے ایک قوم گزر چکی ہے جس نے اپنے انبیاء و صلحاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا، تم ایسا نہ کرنا۔ پھر فرمایا "ان یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو۔ جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔ میری قبر کو میرے بعد، وہ قبر نہ بنا دینا کہ اس کی پرستش شروع ہو جائے۔" پھر فرمایا: "مسلمانو! وہ قوم اللہ کے غضب میں آجاتی ہے، جو قبورِ انبیاء کو مساجد بنا دے۔" پھر فرمایا:۔ "دیکھو، میں تم کو اس سے منع کرتا رہا ہوں، دیکھو، اب پھر بھی وصیت کرتا ہوں، اے اللہ! تو گواہ رہنا، اے اللہ! تو گواہ رہنا۔"

پھر یہ ارشاد فرمایا:۔

"خدا تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار عطا فرمایا ہے کہ وہ دُنیا و مافیہا کو قبول کرے یا آخرت کو، مگر اس نے صرف آخرت ہی کو قبول کر لیا ہے۔"

یہ سن کر رمز شناسِ نبوت حضرت صدیقِ اکبر رض آنسو بھر لائے اور رونے لگے، اور کہا۔ "یا رسول اللہ! ہمارے ماں باپ، ہماری جانیں، اور ہمارے زر و مال آپ پر قربان ہو جائیں۔" لوگوں نے ان کو تعجب سے دیکھا کہ حضور انور تو ایک شخص کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں، پھر اس میں رونے کی کونسی بات ہے؟ مگر یہ بات انہوں نے سمجھی جو رو رہے تھے۔

حضرت صدیق رض کی اس بے کلی نے خیالِ اشرف کو دوسری طرف منتقل کر دیا، ارشاد فرمایا:۔

"میں سب سے زیادہ جس شخص کی دولت اور رفاقت کا مشکور ہوں، وہ ابو بکر رض ہیں۔ اگر میں اپنی امت میں سے کسی ایک شخص کو اپنی دوستی کے لیے منتخب کر سکتا تو وہ ابو بکر رض ہوتے لیکن اب رشتۂ اسلام میری دوستی کی

بنا ہے اور وہی کافی ہے مسجد کے رخ پر کوئی دریچہ ابوبکرؓ کے دریچہ کے سوا باقی نہ رکھا جائے"۔

انصارِ مدینہ، حضورؐ کے زمانہ علالت میں برابر روتے رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عباسؓ وہاں سے گذرے، تو انہوں نے انصار کو روتے دیکھا، دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا "آج ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتیں یاد آرہی ہیں"۔ انصار کی اس دردمندی اور بے دلی کی اطلاع سمع مبارک تک پہنچ چکی تھی، ارشاد فرمایا۔

"اے لوگو! میں اپنے انصار کے معاملہ میں تم کو وصیت کرتا ہوں، عام مسلمان روز بروز بڑھتے جائیں گے، مگر میرے "انصار" کھانے میں "نمک" کی طرح رہ جائیں گے۔ یہ لوگ میرے جسم کا پیرہن اور میرے سفرِ زندگی کا توشہ ہیں۔ انہوں نے اپنے فرائض ادا کر دیئے۔ مگر ان کے حقوق باقی ہیں۔ جو شخص اُمت کے نفع اور نقصان کا متولی ہو، اُس کا فرض ہے کہ وہ انصار نکوکار کی قدر افزائی کرے، اور جن انصار سے لغزش ہو جائے ان کے متعلق درگذر سے کام لے"۔

حضورؐ نے حکم دیا تھا کہ حضرت اسامہؓ بن زید شام پر حملہ آور ہوں اور اپنے شہید والد کا انتقام لیں۔ اس پر منافقین کہنے لگے۔ "ایک معمولی نوجوان کو اکابرِ اسلام پر سپہ سالار مقرر کر دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں پیغمبرِ مساوات نے ارشاد فرمایا:-

"آج اسامہ کی سرداری پر تم کو اعتراض ہے اور کل اس کے باپ زید کی سرداری پر تم کو اعتراض تھا۔ خدا کی قسم! وہ بھی اس منصب کے مستحق تھے، اور یہ بھی، وہ بھی مجھے سب سے زیادہ محبوب تھے اور اس کے بعد یہ بھی سب سے زیادہ محبوب ہیں"۔

پھر فرمایا:- حلال و حرام کے تعین کو میری طرف منسوب نہ کرنا، میں نے وہی چیز حلال کی ہے، جسے قرآن نے حلال کیا ہے اور اسی کو حرام قرار دیا ہے، جسے خدا نے حرام کیا ہے"۔

اب آپ اہل بیت کی طرف متوجہ ہوئے، کہ کہیں رشتۂ نبوت کا غرور انہیں عمل و سعی سے بیگانہ نہ بنا دے، ارشاد فرمایا:-

"اے رسول کی بیٹی فاطمہ! اور اے پیغمبرِ خدا کی پھوپھی صفیہ، خدا کے ہاں کے لیے کچھ کر لو، میں تمہیں خدا کی گرفت سے نہیں بچا سکتا"۔

یہ خطبۂ درد، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ تھا، جس میں حضورؐ نے حاضرینِ مسجد کو خطاب فرمایا۔ اختتامِ کلام کے بعد حجرۂ عائشہ میں تشریف لے آئے۔ شدتِ مرض کی حالت یہ تھی کہ عالمِ بے تابی میں کبھی ایک پاؤں پھیلاتے تھے اور کبھی دوسرا سمیٹتے تھے، کبھی گھبرا کر چہرۂ انور پر چادر ڈال لیتے تھے اور کبھی الٹا دیتے تھے۔ ایسی حالت میں حضرت عائشہ صدیقہؓ نے زبانِ مبارک سے یہ الفاظ سُنے

"یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا ہے"۔

وفات سے چار روز پہلے

وفات سے چار روز پہلے (جمعرات) حضرت عائشہؓ سے ارشاد فرمایا، اپنے والد ابوبکرؓ اور اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو بلا لیجئے۔ اسی سلسلے میں فرمایا:- "دوات کاغذ لے آؤ" میں ایک تحریر لکھوا دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے" یہ شدتِ مرض میں حضور سرورِ عالم کا ایک خیال تھا۔ حضرت فاروقؓ نے یہ رائے ظاہر کی کہ حضورؐ کو اس حال میں تکلیف دینا مناسب نہیں ہے، اب تکمیلِ شریعت کا کوئی ایسا نکتہ باقی نہیں رہا جس میں قرآن کافی نہ ہو۔ بعض دوسرے صحابہ نے اس رائے سے مطابقت نہ کی، جب شور زیادہ ہوا تو بعض نے کہا، "خود حضورؐ ہی سے دریافت کر لیا جائے"۔ ارشاد فرمایا، "مجھے چھوڑ دو۔ میں جس مقام میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو"۔

اسی روز تین وصیتیں اور فرمائیں:-

۱- کوئی مشرک عرب میں نہ رہے۔

۲- سفیروں اور وفود کی بدستور عزت و مہمانی کی جائے۔

۳- قرآن پاک کے متعلق بھی کچھ ارشاد فرمایا جو راوی کو یاد نہیں رہا۔

سرکارِ پاکؐ علالت کی تکلیف اور بے چینی کے باوجود ۱۱ روز تک برابر مسجد میں تشریف لاتے رہے، جمعرات کے روز مغرب کی نماز بھی خود پڑھائی اور اس میں سورۂ مرسلات تلاوت فرمائی۔ عشا کے وقت آنکھ کھولی اور دریافت فرمایا "کیا نماز ہو چکی؟" مسلمانوں نے عرض کیا "مسلمان حضورؐ کے منتظر بیٹھے ہیں"۔ لگن میں پانی بھروا کر غسل فرمایا اور پھر ہمت کر کے اُٹھے، مگر غش آگیا، تھوڑی دیر میں پھر آنکھ کھولی اور فرمایا "کیا نماز ہو چکی ہے؟" لوگوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! مسلمان آپ کا انتظار کر رہے ہیں"۔ اس مرتبہ پھر اُٹھنا چاہا، مگر بیہوش ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد پھر آنکھ کھولی اور وہی سوال دہرایا "کیا نماز ہو چکی ہے؟" لوگوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! سب لوگوں کو حضور ہی کا انتظار ہے"۔ تیسری مرتبہ جسم مبارک پر پانی ڈالا اور جب اُٹھنا چاہا تو غشی آگئی۔ افاقہ ہونے پر ارشاد فرمایا:- "ابوبکرؓ نماز پڑھا دیں"۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ! ابوبکرؓ نہایت رقیق القلب آدمی ہیں، جب وہ آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے، تو نماز نہیں پڑھا سکیں گے"۔ ارشاد فرمایا، "وہی نماز پڑھائیں"۔ حضرت عائشہؓ کا خیال یہ تھا کہ جو شخص رسول اللہ کے بعد امام مقرر ہوگا، لوگ اسے لازماً منحوس خیال کریں گے، روایت ہے کہ اس وقت صدیق اکبرؓ

تشریف فرما نہیں تھے۔ اس واسطے حضرت عمرؓ کو آگے بڑھایا گیا۔ مگر حضورؐ نے تین مرتبہ فرمایا۔ نہیں، نہیں، نہیں، ابوبکرؓ نماز پڑھائیں۔

رسول اللہ کا منبر، چند روز پہلے خالی ہو چکا تھا۔ آج رسول اللہ کا مصلّٰی بھی خالی ہو گیا، جب ابوبکرؓ صدیق حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہوئے، تو عالم یاس نے مسجد نبوی پر اپنے پردے تان دیئے اور مسلمانوں کے دل بے اختیار رو دیئے اور خود صدیق اکبرؓ کے قدم بھی لڑکھڑا گئے چونکہ رسول اللہ کے ارشاد کے ساتھ توفیق الٰہی شامل تھی۔ اس واسطے یہ کٹھن گھاٹی بھی گذر گئی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے حیات پاک نبوی میں اسی طرح سترہ نمازیں پڑھائیں۔

وفات کے دو روز پہلے

حضرت صدیق اکبرؓ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ حضورؐ کی طبیعت نے مسجد کی طرف رجوع کیا اور حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے کندھوں پر سہارا لیتے ہوئے جماعت میں تشریف لے آئے۔ نمازی نہایت بیقراری کے ساتھ حضورؐ کی طرف متوجہ ہوئے اور صدیق اکبرؓ بھی مصلّے سے پیچھے ہٹے۔ مگر حضورؐ نے دست مبارک سے ارشاد فرمایا: پیچھے مت ہٹو۔ پھر حضرت صدیقؓ کے برابر بیٹھ گئے۔ اور نماز ادا کرنے لگے۔ حضورؐ کی اقتدا صدیق اکبرؓ کرتے تھے، اور صدیقؓ کی اقتدا مسلمان کرتے تھے، یہ پاک نماز اسی طرح مکمل ہو گئی۔ تو حضورؐ حجرۂ عائشہؓ میں تشریف لے گئے۔

وفات کے ایک دن پہلے

مخدوم انسانیت، جو قید دنیا سے آزاد ہو رہے تھے، صبح بیدار ہوئے، تو پہلا کام یہ کیا کہ سب غلاموں کو آزاد فرمایا۔ یہ تعداد میں ۴۰ تھے۔ پھر اثاث البیت کی طرف توجہ فرمائی۔ اس وقت کاشانۂ نبوی کی ساری دولت صرف سات دینار تھے۔ حضرت عائشہؓ سے فرمایا: "انہیں غریبوں میں تقسیم کر دو، مجھے شرم آتی ہے کہ رسول اپنے اللہ سے ملے اور اس کے گھر میں دولت دنیا پڑی ہو"۔ اس ارشاد پر گھر کا گھر صاف کر دیا گیا آخری رات کاشانۂ نبوی میں چراغ جلانے کے لیے تیل تک موجود نہیں تھا۔ یہ ایک پڑوسی عورت سے ادھار لیا گیا۔ گھر میں کچھ ہتھیار باقی تھے۔ انہیں مسلمانوں کو ہبہ کر دیا گیا۔ زرہ نبوی ۳۰ صاع جو کے عوض ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔ چونکہ ضعف لمحہ بہ لمحہ ترقی پذیر تھا اس واسطے بعض دردمندوں نے دوا پیش کی۔ مگر انکار فرمایا۔ اسی وقت غشی کا دورہ آگیا اور تیمار داروں نے منہ کھول کر دوا پلا دی۔ افاقہ کے بعد جب اس کا احساس ہوا تو فرمایا: اب یہی دوا، ان پلانے والوں کو بھی پلائی جائے یہ اس لیے کہ جس وجود باجود کی صحت کے لیے ایک دل گرفتہ دنیا دعائیں کر رہی تھی وہ اپنے اللہ کی دعوت کو اس طرح قبول کر چکا تھا کہ اب اس میں نہ دعا کی گنجائش باقی تھی اور نہ دوا کی

یوم وفات

۹ ربیع الاوّل (دوشنبہ) کو مزاج اقدس میں قدرے سکون تھا۔ نماز صبح ادا کی جا رہی تھی۔ کہ حضورؐ نے مسجد اور حجرہ کا درمیانی پردہ سرکا دیا۔ اب چشم اقدس کے روبرو، نمازیوں کی صفیں مصروف رکوع و سجود تھیں۔ سرکار دو عالمؐ نے اس پاک نظارے کو جو حضورؐ کی پاک تعلیم کا نتیجہ تھا۔ بڑے اشتیاق سے ملاحظہ فرمایا۔ اور جوش مسرت سے ہنس پڑے، لوگوں کو خیال ہوا کہ مسجد میں تشریف لا رہے ہیں۔ نمازی بے اختیار سے ہو گئے۔ نمازیں ٹوٹنے لگیں، اور حضرت صدیق نے جو امامت کرا رہے تھے، پیچھے ہٹنا چاہا۔ مگر حضورؐ نے اشارہ مبارک سے سب کو تسکین دی، اور چہرۂ انور کی ایک جھلک دکھا کر پھر حجرے کا پردہ ڈال دیا۔ اجتماع اسلام کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جلوۂ زیارت آخری تھا۔ اور شاید یہ انتظام بھی خود قدرت کی طرف سے ہوا کہ رفیقان صلوٰۃ جمال جہاں آرا کی آخری جھلک دیکھ جائیں۔

۹ ربیع الاوّل کی حالت صبح ہی سے نہایت عجیب تھی۔ ایک سورج بلند ہو رہا تھا، اور دوسرا سورج غروب ہو رہا تھا۔ کاشانۂ نبوی میں پے درپے غشی کے بادل آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود اقدس پر چھا گئے ایک بیہوشی گذر جاتی تھی، تو دوسری پھر وارد ہو جاتی تھی۔ انہیں تکلیفوں میں پیاری بیٹی کو یاد فرمایا۔ وہ مزاج اقدس کا یہ حال دیکھ کر سنبھل نہ سکیں سینۂ مبارک سے لپٹ گئیں اور رونے لگیں، بیٹی کو نڈھال دیکھ کر ارشاد فرمایا۔ میری بیٹی! رو نہیں، میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہنا، اسی میں ہر شخص کے لیے سامان تسکین موجود ہے حضرت فاطمہؓ نے پوچھا: کیا آپ کے لیے بھی؟ فرمایا، ہاں، اس میں میری بھی تسکین مضمر ہے۔

جس قدر رسول اللہ کا درد و کرب بڑھ رہا تھا۔ حضرت فاطمہؓ کا کلیجہ بھی کٹا جا رہا تھا۔ حضرت رحمۃ للعالمینؐ نے ان کی اذیت کو محسوس کر کے کچھ کہنا چاہا تو پیاری بیٹی نے سرور کائنات کے لبوں سے اپنے کان لگا دیئے۔ آپ نے فرمایا، بیٹی میں آج دنیا کو چھوڑ رہا ہوں، فاطمہؓ بے اختیار رو دیں۔ پھر فرمایا! - فاطمہؓ! میرے اہل بیت میں تم سب سے پہلے مجھے ملو گی" فاطمہ بے اختیار ہنس دیں کہ یہ جدائی قلیل ہے۔

پیغمبر انسانیت کی حالت نازک ترین ہوتی جا رہی تھی۔ یہ حال دیکھ کر فاطمہؓ نے کہنا شروع کیا۔ واکرب اباہ! ہائے میرے باپ کی تکلیف، ہائے میرے باپ کی تکلیف! فرمایا: فاطمہؓ آج کے بعد تمہارا باپ کبھی بے چین نہیں ہوگا۔ حسنؓ اور حسینؓ بہت غمگین ہو رہے تھے۔ انہیں پاس بلایا۔ دونوں کو چوما۔ پھر ان کے احترام کی وصیت فرمائی۔ پھر ازواج مطہرات کو طلب فرمایا اور انہیں نصیحتیں فرمائیں اسی دوران میں ارشاد فرماتے تھے:-

مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ

ان لوگوں کے ساتھ، جن پر خدا نے انعام کیا ہے

کبھی ارشاد فرماتے:

اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی

اے خداوند! بہترین رفیق

پھر حضرت علیؓ کو طلب فرمایا، آپ نے سر مبارک کو اپنی گود میں رکھ لیا، انہیں بھی نصیحت فرمائی، پھر ایک دم اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:۔

اَلصَّلٰوۃَ اَلصَّلٰوۃَ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔

نماز، نماز، لونڈی، غلام اور پس ماندگان

اب نزع کا وقت آ پہنچا تھا، حضرت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضؓ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ پانی کا پیالہ پاس رکھا تھا، اس میں ہاتھ ڈالتے تھے اور چہرۂ انور پر پھیر لیتے، روئے اقدس کبھی سرخ ہو جاتا تھا اور کبھی زرد پڑ جاتا تھا، زبان مبارک آہستہ آہستہ ہل رہی تھی کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَاتٍ۔

خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور موت تکلیف کے ساتھ ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ ایک تازہ مسواک کے ساتھ آئے، تو حضور پاکؐ نے مسواک پر نظر جما دی۔ حضرت عائشہؓ سمجھ گئیں کہ مسواک فرمائیں گے۔ ام المومنینؓ نے دانتوں میں نرم کر کے مسواک پیش کی اور آپ نے بالکل تندرستوں کی طرح مسواک کی، دہانِ مبارک پہلے ہی طہارت کا مرقع تھا۔ اب مسواک کے بعد اور بھی مجلا ہو گیا۔ تو یکلخت ہاتھ اونچا کیا۔ کہ گویا کہیں تشریف لے جا رہے ہیں اور پھر زبانِ قدس سے نکلا۔

بَلِ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی۔ اب اور کوئی نہیں، صرف اسی کی رفاقت منظور ہے

بَلِ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی۔ بَلِ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی۔ تیسری آواز پر ہاتھ لٹک آئے۔ پتلی اوپر کو اٹھ گئی اور روح شریف عالم قدس کو ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

یہ ربیع الاول ۱۱ھ دوشنبہ کا دن اور چاشت کا وقت تھا، عمر مبارک قمری حساب سے ۶۳ سال اور ۴ دن ہوئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

شرح و بسط کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام صادق و امین ہے۔ آپ نے راستی اور انصاف کے ساتھ حکومت کی۔ آپ کے کلام کو کلام اللہ کہا جاتا ہے اور آسمان کی فوجوں نے ہر ممکن موقع پر آپ کی امداد فرمائی اور آپ کی زبان سے جو تلوار نکلتی ہے وہ جہاد اور اس کے فرائض ہیں۔"

یہ تمام انبیائے کرام کی مقدس اور متبرک پیش گوئیاں ہیں۔ جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر صادق آتی ہیں اور راست آسکتی ہیں۔ آپ کے علاوہ کوئی نبی ان کا مصداق نہ بن سکا ہے نہ کسی کی قلم کی قوت سے بن سکے گا۔ یہ بشارتیں آج بھی اپنی حقیقت کے ساتھ فکر و دانش اور غور و فکر کی دعوت دے رہی ہیں۔ یعنی:

بمصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر باو نرسیدی تمام بولہبی است

۱۲۵۵

رحلتِ نبویؐ

تحریر: — مولانا ابوالکلام آزاد

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ہ

جب اللہ کی مدد آ گئی اور مکہ فتح ہوا تم نے دیکھ لیا کہ لوگ دینِ خداوندی میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔ اب تم اللہ کی یاد میں مصروف ہو جاؤ اور استغفار کرو، بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

آخری حج کی تیاری

جب یہ سورت نازل ہوئی تو پیغمبرِ انسانیت نے اللہ کی مرضی کو پا لیا کہ اب وقتِ رحلت قریب آ گیا ہے۔ حضورؐ اس سے پہلے خانہ کعبہ میں تطہیرِ حرم کا آخری اعلان کر چکے تھے کہ آئندہ کسی مشرک کو اللہ کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہو گی اور کوئی برہنہ شخص خانہ کعبہ کا طواف نہیں کر سکے گا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد فریضۂ حج ادا نہیں فرمایا تھا۔ اب سنہ ہجری میں آرزو پیدا ہوئی کہ سفرِ آخرت سے پہلے تمام امّت کے ساتھ مل کر آخری حج کر لیا جائے بڑا اہتمام کیا گیا کہ کوئی عقیدت کیش ہمرکابی کی سعادت سے محروم نہ رہ جائے۔ حضرت علیؓ کو یمن سے بلایا گیا۔ قبائل کو آدمی بھیج کر ارادۂ پاک کی اطلاع دی گئی۔ تمام ازواجِ مطہرات کو رفاقت کی بشارت سنائی۔ حضرت فاطمہؓ کو تیاری کا حکم دیا۔ ۲۵ر ذی قعدہ کو مسجد نبویؐ میں جمعہ ہوا اور وہیں ۲۶ر کی روانگی کا اعلان ہو گیا۔ جب ۲۶ر کی صبح منوّر ہوئی تو چہرۂ انور سے روانگی کی مسرّتیں نمایاں ہو رہی تھیں۔ غسل کر کے لباس تبدیل فرمایا اور ادائے ظہر کے بعد حمد و شکر کے ترانوں میں مدینہ منورہ سے باہر نکلے اس وقت ہزارہا خدّام امّت اپنے نبیؐ نعمت کے ہمرکاب تھے۔ یہ قافلہ مقدّس مدینہ منورہ سے ۶ میل دور ذی الحلیفہ میں پہنچ کر رُکا اور شب بھر اقامت فرمائی دوسرے روز حضور پاک نے دوبارہ غسل فرمایا۔ حضرت صدیقہؓ نے جسمِ پاک پر اپنے ہاتھوں سے عطر ملا۔ راہ پیما ہونے سے پہلے آپؐ پھر اللہ کی حاضری میں کھڑے ہو گئے اور بڑے درد و گداز سے دو رکعتیں ادا کیں۔ پھر قصوا پر سوار ہو کر احرام باندھا اور ترانۂ لبیک بلند کر دیا۔

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔

اس ایک صدائے حق کی اقتداء میں ہزارہا خدا پرستوں کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ آسمان کا جوف حمدِ خدا کی صداؤں سے لبریز ہو گیا اور دشت و جبل توحید کے ترانوں سے گونجنے لگے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں جہاں تک انسان کی نظر کام کرتی تھی، انسان ہی انسان نظر آتے تھے جب اونٹنی کسی اونچے ٹیلے پر سے گزرتی تو تین تین مرتبہ صدائے تکبیر بلند فرماتے۔ آوازۂ نبیؐ کے ساتھ لاکھوں آوازیں اور اٹھتیں اور کاروانِ نبوّت سروں پر نعرہ ہائے تکبیر کا ایک دریائے رواں جاری ہو جاتا۔ سفرِ مبارک ۹ روز جاری

رہا ۴ ذی الحجہ کو طلوعِ آفتاب کے ساتھ مکہ معظمہ کی عمارتیں نظر آنے لگی تھیں اور ہاشمی خاندان کے معصوم بچے اپنے بزرگِ کائنات ص کی ہوا سن کر اپنے اپنے گھروں سے دوڑتے ہوئے نکل رہے تھے۔ کہ چہرۂ انور کی مسکراہٹوں کے ساتھ لپٹ جائیں۔ ادھر سرورِ عالم ص شفقتِ منتظر کی تصویر بن رہے تھے۔ حضور ص نے اپنے کمسن بچوں کے معصوم چہرے دیکھے تو جوشِ محبت سے جھک گئے۔ اور کسی کو اونٹ کے آگے بٹھا لیا اور کسی کو پیچھے سوار کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد کعبۃ اللہ کی عمارت نظر پڑی تو فرمایا:

"اے اللہ! خانۂ کعبہ کو اور زیادہ شرف و امتیاز عطا فرما۔"

معمارِ حرم نے سب سے پہلے کعبۃ اللہ کا طواف فرمایا۔ پھر مقامِ ابراہیم ع کی طرف تشریف لے گئے اور دوگانۂ تشکر ادا کیا۔ اس وقت زبانِ پاک پر یہ آیت جاری تھی:—

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى۔ اور مقامِ ابراہیم ع کو سجدہ گاہ بناؤ۔

کعبۃ اللہ کی زیارت کے بعد صفا اور مروہ کے پہاڑوں پر تشریف لے گئے۔ یہاں پر آنکھیں کعبۃ اللہ سے دوچار ہوئیں تو زبانِ پاک سے ابرِ گہربار کی طرح کلماتِ توحید و تکبیر جاری ہو گئے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔

خدا صرف خدا معبودِ برحق، کوئی اس کا شریک نہیں۔ ملک اس کا، حمد اس کے لیے، وہی جلاتا ہے، وہی مارتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اس نے اپنے بندے کی امداد فرمائی۔ اور اکیلے نے تمام قبائلی جتھیں پاش پاش کر دیں۔

۸ ذی الحجہ کو منیٰ میں قیام فرمایا۔ ۹ کو جمعہ کے روز نمازِ صبح ادا کر کے منیٰ سے روانہ ہوئے اور وادیٔ نمرہ میں آ ٹھہرے، دن ڈھلے میدانِ عرفات میں تشریف لائے تو ایک لاکھ ۲۴ ہزار خدا پرستوں کا مجمع سامنے تھا اور زمین سے آسمان تک تکبیر و تہلیل کی صدائیں گونج رہی تھیں۔

اب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم قصواء پر سوار ہو کر آفتابِ عالمتاب کی طرح کوہِ عرفات کی چوٹی سے طلوع ہوئے تاکہ خطبۂ حج ارشاد فرمائیں۔ پہاڑ کے دامن میں عائشہ رض اور صفیہ رض، علی رض اور فاطمہ رض، ابو بکر رض اور عمر رض، خالد رض اور بلال رض اصحابِ صفہ رض اور عشرہ مبشرہ رض اور دوسری سینکڑوں اسلامی جماعتیں اور قبائلی جمعیتیں جلوہ فرما تھیں اور پہلی ہی نظر سے یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ داعیٔ امت اپنی امت کی موجودات لے رہے ہیں اور محافظِ حقیقی کو اس کا چارج سپرد فرما رہے ہیں۔

خطبہ حجۃ الوداع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری آنسو جو امت کے غم میں بہے

حجۃ الوداع کے خطبہ میں بہے ہیں۔ اس وقت دولت و حکومت کا سیلاب مسلمانوں کی طرف امڈا چلا آ رہا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غم یہ تھا کہ دولت کی یہ فراوانی آپ کے بعد آپ کی امت سے رابطۂ اتحاد کو پارہ پارہ کر دے گی۔ اسی لیے اتحادِ امت کا موضوع جو اپنے سامنے رکھ لیا اور پھر دردِ نبوت کی پوری توانائی اسی موضوع پر صرف فرما دی۔

پہلے نہایت ہی درد انگیز الفاظ میں قیامِ اتحاد کی اپیل کی۔ پھر فرمایا کہ پس ماندہ طبقات کو شکایت کا موقع نہ دینا تاکہ حصارِ اسلام میں کوئی شگاف نہ پڑ جائے۔ پھر اسبابِ نفاق کی تفصیل پیش کر کے ان کی بیخ کنی کا عملی طور پر سر و سامان فرمایا۔ پھر واضح کیا کہ جملہ مسلمانوں کے اتحاد کا مستقل سنگِ اساس کیا ہے؟ آخری وصیت یہ فرمائی کہ ان ہدایات کو آئندہ نسلوں میں پھیلانے اور پہنچانے کے فرض میں کوتاہی نہ کرنا۔ خاتمۂ تقریر کے بعد حضور ص نے اپنی ذاتی سرخروئی کے لیے حاضرین سے شہادت پیش کرتے ہوئے اسی طرح بار بار اللہ کو پکارا کہ مخلوقِ خدا کے دل پگھل گئے، آنکھیں پانی بن گئیں اور روحیں انسانی جسموں کے اندر تڑپ تڑپ کر الامان والغیاث کی صدائیں بلند کرنے لگیں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد خطبۂ حج کا پہلا درد انگیز فقرہ یہ تھا:—

(باقی ص ۳۶ پر)

"کہ اعلیٰ جہاں میں نظام آپ کا ہے"

لکھا عرشِ اعظم پہ نام آپؐ کا ہے
کہ بعد از خدا بس مقام آپؐ کا ہے

شہنشاہ نگاہوں میں جچتے نہیں ہیں
یہ ہم پر بڑا فیض عام آپؐ کا ہے

کہا آپؐ کو حق نے معراج کی شب
رکوع آپؐ کا ہے قیام آپؐ کا ہے

تو قائد ہمارا ہے ہم مقتدی ہیں
ہمیں جاں سے پیارا پیام آپؐ کا ہے

عرب آپؐ کا ہے عجم آپؐ کا ہے
سفید و سیاہ لالہ فام آپؐ کا ہے

یہ جاں آپؐ کی ہے جہاں آپؐ کا ہے
مرا کچھ نہیں یہ تمام آپؐ کا ہے

نہ ہمسر ہو جس کا نہ ثانی ہو جس کا
جہاں میں وہ اعلیٰ مقام آپؐ کا ہے

چلے جا رہے ہیں بسوئے مدینہ
کہ حاصل ہمیں اذن عام آپؐ کا ہے

جہاں میں ہدایت کی جو روشنی ہے
ہوا چند روزہ یہ کام آپؐ کا ہے

حدیثِ نبیؐ پر میں جب سوچتا ہوں
سمجھتا ہوں شیریں کلام آپؐ کا ہے

کبھی مجھ سے کوئی الجھتا نہیں ہے
سمجھتا مجھے جو غلام آپؐ کا ہے

قصیدے میں غیروں کے کہتا نہیں ہوں
میرے دل میں بس احترام آپؐ کا ہے

عدو بھی یہ تسلیم کرتے ہیں اختر
کہ اعلیٰ جہاں میں نظام آپؐ کا ہے

اختر کاشمیری

ٹیلیفون نمبر
۶۷۵۳۵

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

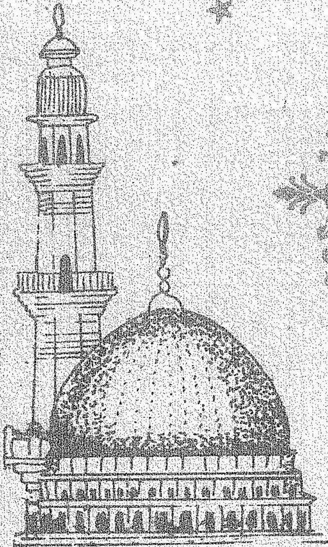
رجسٹرڈ ایل نمبر
۶۰۳۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۴۳۲۱ مورخہ ۲ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۷-۲۲۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۹/۹/۲۰۷۶۷-D.D مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ چٹھی نمبر G.M/۳۰-۱۵۲۱۰ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۶۷ء

خدام الدین کا

آئندہ شمارہ





ہو گا

ایجنٹ حضرات مطلوبہ تعداد سے آگاہ کریں

کاروباری ادارے اس عظیم الشان نمبر میں اشتہارات دے کر اپنے کاروبار کو فروغ دیں